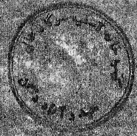
ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

ہزاراں ہزار شکر و سپاس یزد تعالی و تقدس کہ ایں رسالہ بہیجہ در جواز عرس و جہلم و تیجہ مسمی



از تصانیف لطیف جناب مولانا ابو الحکیم وکیل احمد سکندر پوری حفظہ اللہ عن الشرور

در مطبع [illegible] دہلی [illegible] طبع شد



من کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی

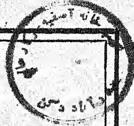
یعنے جو یہاں اندھا ہے وہ وہاں بھی اندھا ہی رہیگا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد خدائے تعالیٰ کو جو مُردوں کو جلاتا ہے منزلِ اوّل میں جسے قبر کہتے ہیں اُنکو آزماتا ہے کسیکو سعید کسیکو شقی بناتا ہے۔ کسیکو بہشت کسیکو دوزخ کا موعود فرماتا ہے۔ درود محمد مصطفےٰ پر جنکی رسالت و نبوتِ حقّہ کا سوال مُردوں سے کیا جاتا ہے۔ جو شخص اقرار کرتا ہی وہ بہشتی قرار پاتا ہے وعلی آلہ وصحابہ اجمعین بعد حمد و صلوٰۃ کے کہتا ہے فقیر حقیر سراپا تقصیر **وکیل احمد سکندر پوری** غفر اللہ لہ ولوالدیہ واحسن الیہما والیہ کہ اس زمانے میں جو چل رہا ہی بعض حضرات کو طریقۂ مروجہ صدقۂ اموات کی حرمت پر سخت اصرار ہے جسے کچھ لوگ صیقلِ زبان خیال کرتے ہیں مگر بیچارے مُردوں کا خون ہوا جاتا ہے یہ بیہودہ قیل و قال انکو ایسے ثواب سے محروم رکھتا ہی جسکے وہ مستحق ہیں اسلئے مینے یہ مناسب خیال کیا کہ جواز تیجے میں ایک رسالہ مستقلہ جسکا نام **نتیجہ** ہو اُردو زبان میں لکھا جائے جس سے اسکی اصلیت لوگوں پر کھل جائے پھر لوگ دل کھول کے ایصالِ ثواب میں کوشش کریں اور منکرین کے کہنے سے وہ مردوں کو ثواب سے محروم رکھیں یہ کیسی قساوتِ قلبی ہے کہ ایک عزیز یا دوست

جسکی عالمِ حیات میں سو طرح کی خاطر کرتے تھے جب مر گیا تو اُسکے مال کو دبا بیٹھے اور اُسکی
مطلق پروانہ کی کہ وہ بیچارہ کس مصیبت میں مبتلا ہے اگر کسینے یاد بھی دلایا تو اُونھ کرکے گردن
پھیر لی صلہ رحم یا محبت کا مقتضے یہ تھا کہ جسطرح عالمِ حیات میں اُسکی خاطر کرتے تھے بعد انتقال
کے متعدد طریقے سے اُسے ثواب پہنچاتے تاکہ عالمِ برزخ میں جسمیں وہ مدد کا بہت محتاج ہے
اُسکو ان اقربا یا احباب سے ایسی مدد پہنچتی جس سے اُسکو ایک قسم کا فائدہ حاصل ہوتا قرآن و حدیث و
کلامِ ائمہ مجتہدین میں کہیں ایصالِ ثواب مالی یا بدنی کی ممانعت نہیں پائی جاتی بلکہ احادیث
میں تحریص و تشویق مذکور ہے فقہاء معتبرین کے کلام میں بھی کہیں اسکی نہی دیکھنے میں نہیں آئی
اگر کسینے ممانعت لکھی ہے تو اسمیں کچھ نہ کچھ قید لگائی ہے جس سے نتیجہ یا یوں کہیں کہ ایصالِ ثواب
مالی یا بدنی کے جواز کا انکار نہیں ہو سکتا البتہ صاحبِ نصاب الاحتساب نے بہت سی وجوہ تحریر کیئے
ہیں جنکا بطلان ادنیٰ تامل سے ہو جاتا ہے مجھکو بڑا تعجب یہ ہے کہ منکرین جب ممانعت کی وجوہ بیان
کرتے ہیں تو آخر الامر گھبرا کر جواز کے قائل ہو جاتے ہیں اور کسی کتاب میں کچھ لکھتے ہیں کسی میں
کچھ دلیل جو بیان کرتے ہیں وہ کچے دھاگے سے بھی کمزور۔ اب میں چاہتا ہوں کہ پہلے ایصالِ ثواب کا
طریقہ مروجہ بتاؤں پھر منکرین کی تقریر پریشان لکھ کے ایک ایک کا جواب دوں پھر
نصاب الاحتساب کی وجوہ بیان کرکے انکا جواب لکھوں اسکے بعد فقہا کا کلام لکھ کے اسکے معنی
بتاؤں تاکہ معلوم ہو جائے کہ بے سمجھے ہوئے انسے استدلال کیا جاتا ہے اور اسکی تائید میں فقہا کے
کلام تحریر کروں اسکے بعد اس بات کو ثابت کروں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے
یہ طریقہ چلا آتا ہے خیر القرون میں جب کوئی مرتا تھا فقراء کو ایصالِ ثواب کے لئے
کھانا کھلاتے تھے۔ پھر یہ بیان کروں کہ طعام موتی کا اغنیاء کو کھانا جائز ہے۔

پھر چند مسائل ملحقہ بیان کرکے رسالہ کو تمام کروں



پہلا باب تیجے وغیرہ کی کیفیت میں

معمول یہ ہی کہ جب کوئی شخص مر جاتا ہی اسکے اعزہ یا احباب بعد دفن کے غلہ پیسے کوڑیاں گورستان میں فقرا کو دیتے ہیں فی مقدور روپے آبی روغنی روٹیاں قرآن شریف دلائل الخیرات اہل احتیاج کو دیتے ہیں بیشتر موتی کے کپڑے اور مستعمل اسباب بھی خیرات دئیے جاتے ہیں پھر روزانہ غلہ یا کھانا پکا پکایا اپنی استطاعت کے موافق فقرا پر تقسیم کرتے ہیں تیسرے دن کچھ لوگ مردے کے ورثہ کے گھر یا کسی مسجد میں عام ازینکہ وہ اُسی گورستان کے قریب ہو جسمیں وہ میت دفن ہے یا اُس سے دور ہو جمع ہوتے ہیں انمیں جو لوگ قرآن پڑھنے پر قادر نہیں ہوتے وہ چنے پر سورہ اخلاص یا کلمہ طیب پڑھتے ہیں جو لوگ پڑھے لکھے ہوتے ہیں وہ قرآن شریف پڑھتے ہیں چونکہ اسقدر قرآن شریف کا مہیا ہونا دشوار ہوتا ہے کہ ایک ایک آدمی کو دیا جاوے اسلئے تیس پارہ جدا جدا مجلد ہوتے ہیں ایک ایک پارہ ایک ایک شخص کو دیا جاتا ہے جب ایک ختم ہوتا ہے تو پھر اکٹھا کرکے تقسیم کرتے ہیں اور کہیں وہ دو چار چار قرآن شریف کے علیحدہ علیحدہ پارے جلد بندھے ہوئے ملجاتے ہیں تو ایک ہی بار کی تقسیم میں وہ دو چار چار ختم ہوجاتے ہیں جو لوگ آتے جاتے ہیں انکو قرآن شریف کے پارے دے جاتے ہیں یہ قرآن خوانی اسوقت تک ہوتی ہی جبتک اُسکی ورثہ خیال کرتے ہیں کہ لوگوں پر بار نہیں گذرتا ہی جب یہ خیال ہوتا ہے تو پھر پارے تقسیم نہیں کئے جاتے اگر کسیکی پاس کوئی پارہ رہجاتا ہے تو وہ تکمیل کر دیتا ہی نہیں تو وہ کسی حافظ یا ایسے ناظرہ خواں کو دیتا ہی جو تیز پڑھتا ہے تاکہ وہ جلد تمام کرے اگر اُس مجمع میں کوئی شخص ایسا نہیں ہوتا تو وہ قرآن شریف کو بیچ دیتا ہے پھر پنج آیت پڑھی جاتی ہے اور بعد ایصال ثواب فاتحہ خوانی کے مجلس برخاست ہوتی ہی کبھی حاضرین کو پان تقسیم ہوتا ہے کبھی خوشبو اور مٹھائی سامنے لائی جاتی ہے عام ازینکہ

کوئی دے یا نہ دے کبھی فقرا و اغنیا کو کھانا کھلاتے ہیں کبھی صرف فقرا کو کھانا کھلاتے ہیں
اور اغنیا کے مکانوں پر کھانا بھیجدیتے ہیں یوں تو چالیس دن تک برابر فقرا کو کھانا دیتے
ہیں مگر دسویں بیسویں چالیسویں کو زیادہ فقرا کو کھلاتے ہیں بعض لوگ چالیسویں کو اغنیا کو
بھی کھانا کھلاتے ہیں یا اُنکے گھروں میں بھیجدیتے ہیں ششماہی و برسی میں بھی فقرا کو کھانا
کھلاتے ہیں کبھی اغنیا کے گھر بھی بھیجتے ہیں پھر ہمیشہ ہر سال اُس موتی کا عُرس کرتے ہیں
یا ہر سال کچھ نہ کچھ پکا کے فقرا کو کھلاتے ہیں یا اغنیا کو بھی کھلاتے ہیں ایصالِ ثواب میں
ان ایام کی تخصیص اس وجہ سے نہیں کیجاتی ہے کہ بہ نسبت اُس دن کے جو اُسکی قبل ہے یا بعد
آئیگا ثواب زیادہ ملتا ہے بلکہ تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ صاحبِ مصیبت کی تعزیت تین دن
تک کیجاتی ہے اسکے بعد تعزیت مکروہ ہے ایسی صورت میں اگلے بزرگوں نے یہ خیال کیا کہ
پہلے دن جسدن موتی کو دفن کرتے ہیں اکثر اقربا و احباب حاضر آتے ہیں اور تعزیت کرجاتے
دوسرے دن بھی اہلِ مصیبت کے بعض احباب آتے ہیں اور ادائے تعزیت کرتے ہیں خصوصاً ایسے
لوگ جنہیں بوقتِ وقوعِ واقعہ اسکی اطلاع نہوئی یا وہ کسی وجہ سے ورثہ کی تعزیت پہلے دن نکرسکے
تیسرا دن تعزیت کا اخیر دن ہے اس دن اسلیئے تیجا کیا جاتا ہے تاکہ باقی لوگ بھی شریک
ہوں پھر اسکے بعد بار بار تعزیت کی زحمت نہ اُٹھائیں اس مجلس سے تین فائدے حاصل ہوے
پہلا فائدہ ادائے تعزیت ہے جو امر مستحب ہے **دوسرا فائدہ** زیارتِ قبر جو سُنت ہے
تیسرا فائدہ ایصالِ ثواب بدنی و مالی جو مسنون طریقہ ہے چونکہ موتی کو صدقہ
چالیس دن دینا چاہیے جسکا ذکر آگے چل کر آئیگا لوگوں نے آسانی کے لئے یوں ٹھیرالیا ہے کہ
دسویں بیسویں چالیسویں کو زیادہ لوگوں کو کھلادیتے ہیں عام ازیں کہ ہر روز فقرا کو کچھ
کچھ دیتے ہوں یا نہ دیتے ہوں اس سے کسی قسم کی آسانی ہوجاتی ہے پہلے آسانی یہ ہے کہ

ان تاریخوں کے معین ہونے سے فقرا اکٹھے ملجاتے ہیں بلکہ وہ خود بخود جمع ہوجاتے ہیں دوسری
آسانی یہ ہے کہ کبھی روزانہ پکانے میں اور تقسیم کرنے میں دقت ہوتی ہے تو اکٹھا چند فقرا کو
دسویں بیسویں چالیسویں کو کھلا کر ایصال ثواب کرتے ہیں چالیسویں کو فی الجملہ اس وجہ سے
زیادہ اہتمام کرتے ہیں کہ چالیسویں کے بعد سے مردوں کا تعلق گھر سے کم ہوجاتا ہے سوائے
اسکے چالیسواں ایسا روز ہے جسپر مردہ کی آزمائش ختم ہوجاتی ہے چنانچہ اسکا ذکر آگے کیا جائیگا
علاوہ اسکے بسبب قرب عہد موت کے میت کو چالیس دن تک اپنے گھر کا شوق رہتا ہے شرح برزخ
میں ہے یَنْبَغِی اَنْ یُوَاظِبَ عَلَی الصَّدَقَۃِ لِلْمَیِّتِ اِلٰی سَبْعَۃِ اَیَّامٍ
وَقِیْلَ اِلٰی اَرْبَعِیْنَ فَاِنَّ الْمَیِّتَ یَشُوْقُ اِلٰی بَیْتِہٖ یعنی سات دن یا چالیس دن
تک برابر میت کے لئے صدقہ دینا چاہئے اسلئے کہ میت اپنے گھر کی مشتاق رہتی ہے غرض چالیس روز
تک مردے گھر کے مشتاق ہوا کرتے ہیں اسکے بعد اوقات فاضلہ میں انکو گھر آنے کی اجازت ہوتی ہے
اور ظاہر ہے کہ روح کا گھر کو آنا دو غرض سے ہے ایک تو تعلق دنیاوی کے لحاظ سے جو انکو
عالم حیات میں تھا دوسرے اس خیال سے کہ دیکھے احیا ایصال ثواب میں انکی کیا مدد کرتے ہیں
علامہ سیوطی رسالہ طلوع الثریا باظہار ماکان خفیا میں لکھتے ہیں کہ کھانا کھلانا سات دن
تک سنت ہے مجھکو خبر ملی ہے کہ اب تک مکہ اور مدینہ میں جاری ہے اور صحابہ سے لیکر اب تک یہ
امر متروک نہیں ہوا ہے اور ہر طبقہ اپنے بزرگوں سے یہ امر سنتا رہا یہانتک کہ یہ امر صحابہ تک پہنچا
انتہی۔ یہ دیا لیا کچھ رائیگاں نہیں جاتا میت کے لئے جو کچھ بطور صدقہ کے دیا جاتا ہے حضرت
جبرئیل علیہ السلام نور کے طبق میں رکھکر نہایت اہتمام سے اسکے قبر کے پاس لیجاتے ہیں
اور کہتے ہیں یہ وہ ہدیہ ہے جسکو تمہارے اہل نے تمہارے پاس بھیجا ہے مردے اس سے نہایت
خوش ہوتے ہیں اور انکے قرب وجوار کے مردے جنکی اہل انکے لئے ہدیہ نہیں بھیجتے محزون مضطر ہوتے ہیں

مرگیا مردو دو نہ فاتحہ نہ درود۔ اَخْرَجَ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ اَھْلِ بَیْتٍ یَمُوْتُ مِنْھُمْ مَیِّتٌ فَیَصَدَّقُوْنَ عَنْہُ بَعْدَ مَوْتِہٖ اِلَّا اَھْدٰی ھَا لَہٗ جِبْرَئِیْلُ عَلٰی طَبَقٍ مِّنْ نُوْرٍ ثُمَّ یَقِفُ عَلٰی شَفِیْرِ الْقَبْرِ فَیَقُوْلُ یَا صَاحِبَ الْقَبْرِ الْعَمِیْقِ ھٰذَا ھَدِیَّۃٌ اَھْدَاھَا اِلَیْکَ اَھْلُکَ فَیَدْخُلُ عَلَیْہِ فَیَفْرَحُ بِھَا وَیَسْتَبْشِرُ وَیَحْزُنُ جِیْرَانُہُ الَّذِیْ لَمْ یُھْدٰی اِلَیْھِمْ بِشَیْءٍ۔ اُس گورستان کی مسجد میں جسمیں وہ میت مدفون ہے اسلئے بعض لوگ تیجا کرتے ہیں یا خیرات دیتے ہیں کہ روح کو جسد سے ایک خاص تعلق ہوتا ہے جیسے نائم کے جسد کے ساتھ رہتا ہے۔ ملا علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں قَالَ الْعَسْقَلَانِیُّ فِیْ فَتَاوَاہُ اَرْوَاحُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ عِلِّیِّیْنَ وَاَرْوَاحُ الْکُفَّارِ فِیْ سِجِّیْنٍ وَّلِکُلِّ رُوْحٍ بِجَسَدِھَا اِتِّصَالٌ مَّعْنَوِیٌّ لَا یُشْبِہُ الْاِتِّصَالَ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا بَلْ اَشْبَہُ شَیْءٍ بِحَالِ النَّائِمِ وَاِنْ کَانَ ھُوَ اَشَدَّ مِنْ حَالِ النَّائِمِ اِتِّصَالًا یعنی حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنے فتاوی میں یوں لکھا ہے کہ ارواح مسلمانوں کی علیین میں ہوتی ہیں اور کفار کی سجین میں اور ہر روح کو اپنی جسم کے ساتھ اتصال معنوی ہے اس قسم کا اتصال نہیں ہے جو زندگانی دنیا میں ہوتا ہے بلکہ نہایت مشابہ ہوتا ہے سونے والے کے ساتھ اگرچہ اسکا حال نائم سے بھی درجہ اتصال میں بڑھا ہوا ہوتا ہے غرض ایسی صورت میں روح کو زیادہ ادراک ہوتا ہے یوں تو اولیاء اللہ کے ارواح مقدسہ کو بہت کچھ قوت ہوتی ہے انکا ادراک بہت کچھ بڑھا ہوا ہے انکے لئے قرب بعد یکساں ہے مرقات میں ہے وَالرُّوْحُ اِذَا کَانَتْ لَطِیْفَۃً تَتَبَّعُھَا

الجسد فی اللطافۃ فسیر بجسدہا حیث شاءت وتمتع بما شاءت وتاوی الی ما شاء اللہ لہا کما وقع لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی المعراج ولا تباعد من الاولیاء حیث طویت لہم الارض وحصل لہم ابدان متعددۃ وجدوا فی اماکن مختلفۃ فی آن واحد واللہ علی کل شیء قدیر

یعنی روح جو وقت لطیف ہوتی ہے جسم لطافت میں اسکا تابع ہوتا ہی پھر روح جسم کے ساتھ جہاں چاہتی ہے سیر کرتی ہی اور جس چیز سے چاہتی ہی متمتع ہوتی ہی یہ امر اولیاء اللہ سے دور نہیں ہے ایسی صورت میں کہ زمین انکے لئے سمٹ گئی ہے اور انکے لئے ابدانِ متعددہ حاصل ہوئے ہیں جس سے وہ مکاناتِ مختلفہ میں آنِ احد میں پائی گئی۔ اللہ تعالی ہر شے پر قادر ہی اگر قبر کے پاس مسجد یا کوئی سایہ دار درخت نہو پھر شامیانہ کھڑا کیا جائے یا ڈیرہ نصب کیا جائے تاکہ پڑھنے والوں کو آرام ملے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے مرقات میں ہے اذا کانت المخیمۃ لفائدۃ مثل [illegible] القراء تحتہا فلا یکون منہیۃ قال ابن الہمام واختلف فی اجلاس القارئین لیقرؤا عند القبر والمختار عدم الکراہیۃ

دوسرا باب منکرین کی پریشان تقریر میں

جاننا چاہیے کہ سیوم و چہلم وغیرہ کو جو لوگ ناجائز کہتے ہیں وہ کوئی دلیل قابلِ لحاظ پیش نہیں کر سکتے بلکہ انکے اقوال اسقدر پریشان نظر آتے ہیں جسکا کچھ ٹھکانا نہیں جہاں تک انکے اقوال میری نظر سے گزرے ہیں انہیں لکھکر انکا جواب دیتا ہوں **پہلا قول** تقویۃ الایمان مع ایضاح کی تعلیق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بعض اگلے نیک لوگوں نے بعضے مباح کام کسی وقت میں کچھ مصلحت سمجھکر کسی فائدہ کے لئے تجویز کئے یہ لوگ اِن فائدہ کے سبب سے اُن کاموں کو کرنے لگے

پھر ہوتے ہوتے خواص و عوام میں وہ کام رائج اور جاری ہو گئے اور عوام کے نزدیک اثر
فائدہ کا لحاظ نہ رہا اور وہ کام باقی رہی اور بسبب رواج کے رسم پڑ گئی اور اُسکے کرنیوالے کی
تعریف اور نہ کرنیوالے کی مذمت ہونے لگی پھر یہانتک نوبت پہنچی کہ اگر کوئی شخص اُس سے بہتر طریقہ
اُسی کام میں زیادہ فائدہ کا نکالے تو کوئی اُسکو نہ مانے مثلاً اگلے عقلمندوں نے مُردوں کو ثواب پہنچانیکے
واسطے کھانا پکا کر خیرات کرنا مقرر کیا تھا اور بموجب مسئلہ کے صدقہ خیرات رشتہ مند محتاجوں کو
پہلے دینا چاہیئے سو وہ لوگ رشتہ مند محتاجوں کو وہ خیرات کا کھانا اوّل دیا کرتے تھے پھر ہوتے
ہوتے ایسی نوبت پہنچی کہ اُس کھانے میں اب خیرات اور ثواب کا لحاظ مطلق نہ رہا لوگ صرف رسم و
رواج کے سبب کھانا پکا کر رشتہ مندوں میں حصّے مقرر کر کے تقسیم کرتے ہیں اور وہ رشتہ دار
اگرچہ غنی دولتمند ہوں مگر کھانیکا حصّہ نہ پہنچے تو شکوہ کریں پھر اگر کوئی خیرات صدقہ کا نام لے
تو بعضے غیرت والے رشتہ مند قبول نہ کریں اور وہ کھانا نہ لیں تو اب یہ رسم ٹھہر گئی خیرات صدقہ نہ رہا
پھر اگر اب کوئی نقد یا کپڑا خیرات کرے یا اور طرح سے مُردوں کو ثواب پہنچاوے اور رسم کے طور پر کھانا
نکرے تو مستعد ہو کہ اگر کچھ بھی نکرے تو مستعد مطعون نہ ہو فقط ہم اُس تقریر کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ
کہانتک صحیح ہی اموات کیطرف سے جو کھانا کھلایا جاتا ہے وہ ہمیشہ صدقہ سمجھا جاتا ہے مسلمانوں میں فیصدی
ایک آدمی بھی ایسا نہ ہوگا جسے یہ معلوم نہ ہو کہ اُس کھانے سے مردوں کو ایصالِ ثواب مقصود ہوتا ہے چونکہ خیر القرون
سے لوگ عادی ہو رہے ہیں اور اُسکا عام رواج ہو رہا ہی اب سے رسم و رواج خیال کر دیا جو چاہو کہو
مگر ہر شخص جانتا ہی کہ اُس سے ایصال ثواب مقصود ہے فاتحہ کرنیوالے کی تعریف اسوجہ سے نہیں کیجاتی ہے کہ اُسنے
بیہودہ رسم کو کیا بلکہ اسوجہ سے تعریف ہوتی ہے کہ اُسنے مُردے کو ثواب پہنچایا اور منکرین کا کہنا نہ مانا
اور نہ کرنیوالے کی مذمت اسوجہ سے نہیں کرتے کہ اُسنے رسم و رواج کو چھوڑا بلکہ اس خیال سے کہ مردوں کو ثواب سے
محروم رکھا اور منکرین کے دم میں آگیا۔ غنیا کو صدقہ اموات کھانا حرام نہیں ہے چنانچہ اسکا ذکر کیا جائیگا

پھر اگر کوئی غنی کھانا نہ ملنے سے شکایت کرتا ہے تو بیجا نہیں کرتا اگر کوئی غنی صدقہ کے نام سے ناخوش
ہوتا ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اس سے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ صدقہ فرض ہے یا وہ اسے صدقہ فرض خیال کرتا ہے والّا صدقہ
تطوع کہنے سے تو کوئی ناخوش نہیں ہوتا یا یہ کھانا بطور صدقہ انکے پاس نہیں بھیجا جاتا ہے بلکہ بطور ضیافت کے چنانچہ
ضیافت کی نیت کر لی جاتی ہے ایسی صورت میں غنیا سے صدقہ کہنے سے چڑتے ہیں عام ضرورتیں ہر ملک کی
مختلف ہوتی ہیں عرب میں پانی کی سخت ضرورت ہوتی ہے اسی لئے وہاں پانی کا صدقہ زیادہ جاری ہے
اس ملک میں بلحاظ عام ضرورت کے کھانا کھلاتے ہیں پھر اگر کوئی نقد دیوے یا کپڑا خیرات دے اور کوئی
شخص اسپر جرح کرے تو وہ مورد طعن نہیں ہو سکتا اسکی غایت یہ ہے کہ کھانے میں عام فائدہ ہے جو بدون
خاص ضرورت کے نہ دیا گیا اگر نقد کی تعداد قلیل ہے تو وہ اس قابل نہیں کہ فقیر اس سے کچھ خرید کے پیٹ بھرے
اگر تعداد کافی ہے تو بخیل بھوکے رہتے ہیں مگر روپیہ جمع کرتے ہیں بلکہ زکوۃ بھی نہیں دیتے اگر خواہ مخواہ
صرف ہی کرتا ہے تو بعضے فقرا افیون و گانجے میں روپے پیسے اڑا دیتے ہیں کپڑے کی ضرورت ہر فقیر کو نہیں
ہوتی تسلیم بحثیت کہ نقرہ خام طعن کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ ثواب صرف کھانا کھلانے میں ہے نقد یا کپڑا دینے میں
نہیں ہے بلکہ غالباً طعن کا منشا یہ ہوتا ہے کہ کھانا کھلانے میں عام فائدہ ہے جب صرف برابر ہے تو ایسا کام
کیوں نہ کیجئے جسمیں عام فائدہ ہو اور تعیین ایام میں زیادہ غرض دنیاوی ہے جسکا ذکر مینے کیا دوسرا **امر اول**
قابل لحاظ یہ ہے کہ فاتحہ چہلم کے دن مقرر کرنا یہ خیال کرکے کہ قبل چہلم یا بعد چہلم کھانے کا ثواب
مردے کو نہ پہنچیگا یا چہلم کے روز ثواب زیادہ پہنچیگا جائز نہیں اسپر اصرار کبیرہ ہے فقط ہم کہتے ہیں کہ سیوم
یا چہلم کا دن صدقہ میت کے لئے جو معین کیا گیا ہے اس باب میں کوئی شخص گو وہ عامی کیوں نہ ہو یہ نہیں خیال
کرتا کہ اسکے قبل یا بعد مردے کو ثواب نہ پہنچیگا یا خاصۃً انہیں ایام میں زیادہ ثواب پہنچتا ہے یہ تراش خراش من
تلقاء نفسہ ہے بلکہ اصل منشا یہ ہے کہ اموات مؤمنین کو قبر میں سات روز تک اور منافقین کو چالیس دن تک
سوال ملائکہ سے امن نہیں رہتا سوا اسکے ضغطۂ قبر و ترک دنیا مع مافیہا انپر سخت شاق گذرتا ہے اسلئے

اِن ایّام میں وہ لوگ جسقدر صدقات کے محتاج ہوتے ہیں اُسقدر دوسرے ایّام میں محتاج نہیں ہوتے پھر
اِن ایّام میں بہ لحاظ اغراض کے جسکا ذکر اسکے قبل کیا گیا کسی روز صدقات زیادہ دیتے ہیں اور نفس تعین
تو بدعت نہیں صدقہ عن المیت کُلّی طبعی ہی جسکا وجود بدون افراد کے پایا نہیں جاتا کسی کُلّی کا فرد نہیں
بنتا جبتک کُلّی میں مشخصات سے تخصیص نہو جیسے زمان و مکان و سائر مشخصات جب کُلّی عبادت
ہوئی تو اُسکی جمیع اجزا عبادت ہونگی اسلئے کہ تمام اجزا میں وہ کُلّی پایا جاتا ہے جو فی نفسہٖ عبادت ہی
ہاں جب کُلّی کے ساتھ ایسی مشخصات ملیں جو فی نفسہٖ منہی عنہ ہیں تو اُس کُلّی سے وہ مشخصات زائل
ہوجاتی ہیں اور اُن مشخصات کی سبب سے وہ فرد منہی عنہ ہوجاتا ہی ان مشخصات سے وہ کُلّی منہی عنہ
نہیں ہوتا ۔ بات یہ ہے کہ جب اصل کسی شئی کی ہر اوقات میں مشروع ہوئی تو وقت معین بھی افراد اوقات
مطلق سے ہوگا اسلئے کہ مطلق جب پایا جاتا ہے افراد میں پایا جاتا ہے یہ بات ظاہر ہے کہ مطلق کا جو فرد پایا جاتا ہی
باعتبار تعین و تشخص خارجی کے مانع تحقق اُس مطلق کا نہیں ہوتا و الّا تحقق مطلق کا فرد میں ممتنع ہوگا
اور یہ باطل ہے اور تعین وقت جو شرعاً ممنوع ہی اُس سے وہ تعین مراد ہی کہ مانع تحقق مطلق کا اُسی تعین کے
غیر میں ہو جسکا تعین شارع سے ثابت ہوا مشروع دو قسم پر ہی مقید و مطلق ۔ مقید میں اُس قید کی رعایت
ضروری ہی جو شارع سے ثابت ہوئی ہو اُسکا ہرگز بدلنا جائز نہیں مطلق میں رعایت قید و خصوصیت کی
نہیں ہوتی بلکہ مطلق کے ہر فرد میں صلاحیت تحقق مطلق کی ہوتی ہی مثلاً کوئی حکم احکام شرع سے مطلق اوقات
میں مشروع ہو جیسے ایصالِ ثواب عباداتِ مالی و بدنی نفعِ اموات کے لئے پھر اگر روزِ سوم اس لحاظ سے
تعین کیا جائے کہ بسبب قرب اوقات موت کے بسبب ظلمتِ قبر و ضغطۂ قبر و توحش و سوالِ ملائکہ کے موتی زیادہ
محتاج ایصالِ ثواب ہیں پس ایسی وقت شرعاً مشروعیت اعمالِ خیر میں مضائقہ نہیں پایا جاتا عام
ازینکہ تلاوتِ قرآن مجید ہو یا ادائے صدقات یا دونو یا اس قسم کے اعمالِ حسنہ اور اگر اس لحاظ سے
روزِ سیوم کی تعین کیجاوے کہ اسی روز ان اعمالِ خیر کرنا روا ہے اسکی سوا دوسرے دن جائز نہیں ہے تو یہ نیّت

باطل ہی اسلئے کہ اس صورت میں تشریعِ شرعِ جدید و تغیر حدود اللہ لازم آتا ہی جو قطعاً ممنوع ہی اگر اس خیال سے ہے کہ ثواب الطعام کا دوسرے دن سے ونکو نہیں پہنچتا تو یہ غلط ہی ضرور پہنچتا ہی **تیسرا قول** اطعامِ اہلِ میت ناجائز ہی ہم کہتے ہیں کہ اسکی تین طریقے ہیں پہلا طریقہ اہل میت کے لئے اپنے گھر کھانا پکوا کر کھلانا یہ طریقہ مسنون ہے چنانچہ عبد اللہ بن جعفر سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اِصْنَعُوا لِاٰلِ جَعْفَرَ طَعَامًا فَقَدْ اَتَاهُمْ مَا يَشْغَلُهُمْ یعنے آلِ جعفر کے لئے کھانا پکاؤ اُنپر ایسا حادثہ گزرا ہے جس سے وہ کھانا نہیں پکا سکتے۔ یہ خطاب صحابہ کیطرف تھا اس حدیث کو احمد نے اپنی مسند میں اور ابو داؤد و ترمذی و ابنِ ماجہ و حاکم نے عبد اللہ بن جعفر سے روایت کیا ہے یہ حکم کچھ آلِ ابی جعفر کیلئے خاص نہ تھا بلکہ جب جنگِ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کھانا پکوا کر بھیجا دوسرا طریقہ اہلِ میت کا اپنے اعزہ سے یعنی لوگوں کو جو دور سے یا قریب سے اس حادثہ میں شریک ہوئے ہوں کھانا کھلانا اس صورت کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ قوی یا ضعیف نہیں پائی جاتی اعزہ کو اگر کھانا نہ کھلایا جائیگا تو کیا وہ بھوکے مارے جائینگے تیسرا طریقہ ثواب سمجھ کے بزرگوں کی ضیافت کرنی یہ طریقہ بھی ناجائز نہیں ہے۔ ایک انصار کا انتقال ہو گیا تھا اُنکے دفن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس شریک تھے بعد دفن کے انکی بی بی نے آپکی اور صحابہ کی جو آپکے ساتھ تھے دعوت کی چنانچہ یہ حدیث آگے چلکے ذکر کیجائیگی پھر کچھ محل کلام کا نہ رہا اور یہ کہنا کہ یہ حدیث نہیں یا اوائلِ حال کا یہ قصہ ہی عذرِ گناہ بدتر از گناہ ہے۔ اس قائل سے یہ تو پوچھے کہ احادیث کی نسبت اسطرح مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهٖ غیر ثابت یا منسوخ کہنا کب جائز ہے یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں معجزات کے بیان میں بروایتِ عاصم بن کلیب مذکور ہے **چوتھا قول** فرش پر کھانا کھلایا جاتا ہے جو ناجائز ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اگر فرش پر کھانا نہ کھلایا جائے تو پھر کیا گوبر سے زمین لیپ کے کھانا چنا جائے **پانچواں قول** اہلِ میت کے گھر لوگ جمع ہو کر کھاتے ہیں جو ناجائز ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اسمیں قباحت کیا ہی خود سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم و صحابہ رضی اللہ عنہم اہلِ میت کے گھر تشریف لیگئے

تھے حدیث کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ آپ بتقریب دعوت بلائے گئے تھے جسے آپ نے قبول فرمایا پھر ناجائز کہنا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر ایک قسم کا اعتراض ہے **چھٹا قول** یہ امر مباح ہے جسے لوگ واجب
یا سنت سمجھتے ہیں یہ محض خیال خام ہے مردے کے نفع پہنچانے کے لئے کھانا کھلایا جاتا ہے جیسے اہل استطاعت کھلاتے
ہیں جو لوگ مستطیع نہیں ہیں وہ مجبوری سے نہیں کھلا سکتے فیصدی دس آدمی شاید ایسے ہونگے جو اچھی طرح طعام
عن المیت کرتے ہیں نہیں تو سب بیچارے محتاج کیونکہ کھانا کھلا سکتے ہیں۔ ننگی کیا نہائیگی کیا نچوڑیگی چادر دیکھکر
آدمی پاؤں پھیلاتا ہے غرض کسی شخص پر واجب نہیں جیسا کہ آتا **ساتواں قول** قرن اول میں نہ تھا اسکا
جواب یہ ہے کہ مولوی رشید الدینخان صاحب نے جو مولوی عبد الحی صاحب سے جامع مسجد دہلی میں مناظرہ کیا تھا
اسمیں جہاں بہت سے امور بالمشافہ طے ہوئے یہ مسئلہ بھی طے ہوا بعض اشخاص نے مولوی عبد الحی صاحب سے
پوچھا کہ آپ فاتحہ سیوم کے باب میں کیا فرماتے ہیں مولوی عبد الحی صاحب نے کہا کہ قرن اول میں نہ تھا
اسے نہ کرنا چاہیے مولوی رشید الدینخان صاحب نے اسکی جواب میں یہ فرمایا کہ جب کتب حنفیہ میں تین روز
تک تعزیت جائز لکھی گئی ہے پھر اگر اہل اسلام اس خیال سے کہ صاحب تعزیت کے پاس بار بار آنے سے زیادہ
حرج نہو اور اسکو ہر شخص کی ملاقات کے لئے گھر سے آنا نہ پڑے یا وہ ایک جگہہ قیدیوں کی طرح بیٹھا نہ رہے
یا تین روز کوئی مکان لوگوں کے آنے جانے کے لئے مہیا نہ رکھے اور نیز اس خیال سے کہ تعزیت کرنیوالونکو
حرج نہو اور انکو اہل مصیبت کے برآمد کا انتظار کرنا نہو اور اسی قسم کے مصالح کے خیال سے ان ایام سے
ایکدن تعزیت کے لئے مقرر کیا اور اس روز قرآن کا ختم اور ایصال ثواب ہوے کو جسکا جواز کتب حنفیہ میں
موجود ہے مقرر کیا پھر اسمیں کیا قباحت ہے جس سے یہ طریقہ ممنوع قرار پایا مولوی عبد الحی نے اسکی جواب میں
کہا کہ ہم مطلقاً فاتحہ سیوم کو منع نہیں کرتے بلکہ ایسے شخص کو اس سے منع کرتے ہیں جو تیسرے دن میں منحصر
خیال کرے اور یہ سمجھے کہ اس روز کا ثواب دوسرے یا چوتھے دن سے زیادہ ہے اسکی امتناع میں کسیطرح کا شبہہ
نہیں اسکی مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ رمضان میں ثواب

اعمال کا زیادہ ہوتا ہے پھر اگر کوئی شخص کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فاتحہ بارھویں ربیع الاول کو ثواب میرے نزدیک فاتحہ رمضان سے زیادہ ہے تو اس قسم کا اعتقاد بد ہے اور جو فعل کہ اس اعتقاد کی وجہ سے پایا جائے وہ بھی ممنوع ہے۔ مولوی رشید الدین خانصاحب نے اسکے جواب میں فرمایا کہ یہ بات ثابت ہے کہ زیادتی مقدار ثواب کی بلحاظ ایام کے بدون حکم شارع کے معلوم نہیں ہو سکتی پھر اپنی طرف سے بعض ایام کی نسبت جنکی لئے شارع کیطرف سے کوئی تصریح نہیں پائی جاتی یہ خیال کرنا کہ انمیں عمل کا ثواب زیادہ ملتا ہے میری نزدیک بھی باطل ہے لیکن اس مقام پر جو کثرتِ ثواب بارہ ربیع الاول میں بہ نسبت ایام رمضان المبارک کے بیان کیا گیا قیاس مع الفارق ہے اسلئے کہ رمضان کا کثرتِ ثواب احادیث صحیحہ سے ثابت ہے پھر جو شخص کسی وقت میں بہ نسبت رمضان کے زیادہ ثواب عبادات کا خیال کرے مبتدع ہے فاتحہ سیوم کی یہ کیفیت ہے کہ شارع کیطرف سے کوئی حکم اسطرح کا نہیں ہوا ہے کہ فلان روز ثواب زیادہ ہے تاکہ اہل فاتحہ اگر یہ خیال کریں کہ روز سوم کا ثواب زیادہ ہے تو وہ منافی اس نص کی سمجھا جائے بلکہ ہر روز کی نسبت ثواب کے مستحق ہونے میں برابر ہے پھر اگر کسی شخص نے برعایتِ مصلحت جزئیہ کے کسی روز کو منجملہ اوقاتِ متماثلہ کے فاتحہ میت کے لئے مقرر کیا تو اسکا فعل اس قسم سے کیونکر متصور ہوگا جیسے کہ کوئی شخص غیر رمضان کی عبادات خیرات کو رمضان کی عبادات خیرات سے زیادہ سمجھے مولوی عبد الحی نے کہا کہ میرے نزدیک منع فاتحہ سیوم کی وجہ نیت ہے اگر فاتحہ کرنیوالونکی نیت یہ ہے کہ تیسرے دن ثواب فاتحہ کا بہ نسبت دوسرے ایام کے زیادہ ہوتا ہے تو البتہ یہ صورت منع ہے اگر ایسی نیت نہیں ہوتی تو منع نہیں ہے

آٹھواں قول

رفاہ المسلمین شرح مسائل اربعین میں لکھا ہے دستور ہے کہ مرنے سے تیسرے دن لوگ جمع ہو کر تعزیت کے واسطے میت کے گھر جا کر کلمہ طیبہ و سورۂ اخلاص وغیرہ پڑھکر ثواب بخشتے ہیں اور اہلِ میت شیرینی وغیرہ اسوقت حضارِ مجلس میں تقسیم کرتے ہیں جائز ہے یا نہیں اور تیجا اور دسواں اور بیسواں اور چالیسواں وغیرہ مقرر کرنا درست ہے یا نہیں

جواب تعزیت کرنے کی اصل تو شریعت سے ثابت ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا لیکن تیسرے دن حافظوں اور قاریوں کو تمام کلام اللہ یا کوئی سورہ پڑھنے کو جمع کرنا مکروہ ہے نصاب الاحتساب میں

لکھا ہے کہ قرآن شریف کا بلند آواز سے جماعت کے ساتھ پڑھنا جسکو سپارہ خوانی کہتے ہیں مکروہ ہے **تنبیہ**
اور اکیس وجہیں مکروہ ہونے کی اسمیں لکھی ہیں اس مختصر میں انکا لکھنا بخوف طوالت نامناسب ہے **قولہ** اور تیجا
اور دسواں وغیرہ مقرر کرنا اور ان دنوں میں کھانا پکانا اور قرآن پڑھکر اہل میت سے دعوت لینا مکروہ ہے فتاوی
بزازیہ میں لکھا ہے پہلے اور تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد کھانا تیار کرنا اور موسم کے دنوں میں قبر کے پاس کھانا یا
شیرینی لیجانا اور قرآن پڑھکر دعوت لینا اور صالحوں اور قاریوں کو تمام کلام اللہ یا سورہ انعام
یا سورہ اخلاص پڑھوانے کو جمع کرنا مکروہ ہے اور اہل مصیبت سے ضیافت لینا بھی مکروہ ہے اسلئے کہ ضیافت لینا
شادی میں چاہیے غمی میں نہیں چاہیے کہ بدعت قبیحہ ہے اسطرح مستملی شرح منیۃ المصلی اور فتح القدیر میں لکھا ہے کہ
اہل مصیبت سے ضیافت لینا بدعت قبیحہ ہے کیونکہ یہ بات شادیوں میں مشروع ہے نہ کہ ماتموں میں اور
نوادر الفتاوی میں آیا ہے کہ جو کھانا مردے کیواسطے تیسرے دن یا ساتویں دن یا چہلم کو یا برسی کو تیار کریں
وہ کھانا علماء و فضلا کو کھانا مکروہ ہے پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مردہ کا کھانا دل کو مردہ کرتا ہے
اور مریض کا کھانا دل کو مریض کرتا ہے اور نوادر الہشام میں لکھا ہے کہ جو کھانا مردونکی روح کیواسطے تیار کیا ہو
اسکا قبول کرنا مکروہ ہے اور یہی مضمون فتاوی قاضیخانی میں بلکہ سب معتبر فتاووں میں غرب سے شرق تک
مندرج اور مملو ہے لیکن بلا تخصیص اور بلا تعیین ان دنونکے اور کسی اور دن کے جب چاہیے تب مردہ کیطرف سے
کھانا پکاکر محتاجوں اور مسکینوں کو دینا بہت خوب ہے چنانچہ بزازی نے کہا ہے کہ اگر کھانا محتاجوں کے واسطے
تیار کیا جاوے تو بہتر ہے اور جامع البرکات میں مذکور ہے کہ جو کھانا مردونکی طرف سے محتاجوں پر تصدق
کرنیکو پکاویں کہ ثواب اسکا مردونکو پہنچے وہ کھانا سوائے محتاجوں اور فقیروں کے کسی اور کو کھانا درست
نہیں کیونکہ تصدق تو فقیروں ہی پر ہوتا ہے اور غنیا کیواسطے ہدیہ مقرر ہے اور یہ جو اس ملک میں رسم ہے کہ
طعام وغیرہ سامنے رکھ دونو ہاتھ اٹھاکر سورہ اخلاص وغیرہ بطور رواج اس دیار کے پڑھتے ہیں سو یہ
طریقہ اور دستور علماء سلف سے منقول نہیں بلکہ حرمین شریفین میں آجتک کوئی اہل فضل و کمال جو آنحضرت کے

عہدِ شریف سے اب تک سُنی یا پُر انوار پڑھتے آئی ہیں طعام یا شیرینی پر رکھا جا چکنے سے پہلی اس فاتحہ مروجہ مذکورہ
کے طریق سے واقف بھی نہیں مگر جو لوگ ہندوستان کے حرمین شریفین کی زیارت کو جا کر وہاں رہ گئے ہیں اور اقامت
اور بود و باش وہاں کی اختیار کی ہے وہ البتہ ہندوستان کی رسم و عادات کے موافق اپنے گھروں میں مرتکب اس
امر کے ہوتے ہیں سو انکا کچھ اعتبار نہیں بلکہ وہاں کی علماء ہندوستانیوں کی ان حرکات پر خبردار ہو کر انکو زجر و توبیخ
کرتے ہیں اور جامع البرکات میں منقول ہے کہ طریق علماء سلف کا یوں تھا کہ کھانے کی بعد اہلِ ضیافت کیواسطے
دعا مغفرت کی کرتے تھے اور شرعۃ الاسلام میں لکھا ہے کہ مہمان کو چاہئے کہ کھانا کھا کر صاحبِ طعام کو اسطرح
دعا کرے اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهٗ وَيَسِّرْ لَهٗ اَنْ يَّفْعَلَ خَيْرًا مِّنْهُ وَقَنِّعْهُ بِمَا
اَعْطَيْتَهٗ وَاغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَجَعَلْنَا وَاِيَّاهُ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ اور یہ بھی اس کتاب میں ہے کہ کھانے
پہلے بسم اللہ کہے اور بعد فراغت کے قل ہو اللہ احد پڑھے اور جو پہلے بسم اللہ کہنا بھول جاوے تو جب یاد آوے تب
کہے اور جو بعد کھانے کے یاد آوے تو یوں کہے بسم اللہ اوّلہ و آخرہ اور جو کچھ کہ علماء سلف سے بروجہ عبادت منقول
نہیں اسکو عمل میں لانا بدعت ہے اور جو بدعت ہے سو گمراہی ہے **تنبیہ** کھانے کے آداب سے یہ ہے کہ جسوقت کھانا
سامنے رکھا جاوے تو بسم اللہ کہکر جلد کھانا کھانے میں مشغول ہو جاوے توقف روا نہیں یہانتک کہ کھانا حاضر
ہو اور اتفاقاً اُدھر نماز کیواسطے تکبیر اقامت شروع ہو تو یہ لوگ کھانا کھاویں اور اپنی نماز تلف کریں
مشکوٰۃ شریف میں حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کہا اُنہوں نے سنا میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ یعنی جب کھانا موجود ہو تو
نماز کو توقف کیا جاوے انتہی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول خدا نے فرمایا کہ جسوقت تم میں سے
کسی کے سامنے کھانا رکھا جاوے اور نماز کیواسطے تکبیر شروع ہو جاوے تو وہ شخص پہلے کھانا شروع کرے تاکہ کھانے سے
فراغت ہو اور نماز بعد فراغت کے ادا کرے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عادت تھی کہ اگر کھانا انکے
سامنے رکھا جاتا اور اُدھر اتفاقاً نماز کے واسطے تکبیر شروع ہوتی تو جب تک کھانے سے فراغت ہوتی

نماز کو نہ آتے اور امام کی قراءت کو سنتے رہتے اور فتاوی بزازیہ میں اور فتاوی تاتارخانی میں لکھا ہے کہ
کچھ کھانا یا روٹی سامنے آوے تو کھانا شروع کر دے اور سالن کا انتظار نہ کرے انتہی۔ اب جاننا چاہیے کہ اس
ملک ہندوستان میں رواج ہے کہ جب کبھی کسیکو کسی بزرگ یا کسی اور میت کے واسطے شیرینی کا یا کھانے وغیرہ کا
ثواب پہنچانا منظور رہتا ہے تو پہلے اکثر پیروں کو اور اکثر اپنی برادری کے لوگوں کو بلا کر وہ کھانا اور شیرینی وغیرہ
انکے روبرو رکھدیتے ہیں پھر گھڑی دو گھڑی تک یا کم و بیش اُس کھانے اور شیرینی پر فاتحہ مصطلحہ مروجہ
اس ملک کے پڑھتے ہیں بعد اسکے وہ کھانا وغیرہ اُن لوگوں کو کھلاتے ہیں یعنی جب تک کہ فاتحہ مذکورہ
بتمامہا عمل میں نہ آوے اس وقت تک وہ کھانا اور شیرینی وغیرہ کسی کو دینا اور کھلانا یا اسمیں کسی طرح پر تصرف
کرنا روا نہیں جانتے اور یہ بات اور عادت اوپر حدیثوں اور روایتوں کے صریح خلاف ہے مناسب ہے کہ
جو کھانا کسی کے ثواب پہنچانے کے لئے پکاویں تو فقیروں اور محتاجوں کو کھلا کر پھر ثواب اسکا مردہ کی روح کو بخشدیں
اور چاہیں تو الحمد و قل ہو اللہ وغیرہ پڑھکر اس کھانا کھلائے ہوئے کا اور ان سورتوں وغیرہ سب کا
ثواب اکٹھا بخشدیں راہِ نجات میں لکھا ہے کہ جسکو ثواب پہنچانا منظور ہو کھانا یا پانی محتاجوں کو
دیکر ثواب اسکا مردہ کی روح کو بخشدیں زیادہ بکھیڑا بیوقوفی ہے فقط راقم الحروف لکھتا ہے کہ نصاب
الاحتساب و بزازیہ و شرح منیۃ المصلی اور فتح القدیر وغیرہ کی عبارت کا حال متعاقب معلوم ہوگا
نوادر الفتاوی کی عبارت جو لکھی گئی مجھے اسکا مطلب کچھ معلوم نہیں ہوتا مردی کا کھانا اگر دل کو مردہ
کرتا ہے تو علماء و فضلاء کی کیا خصوصیت ہے کسیکو کھانا نہ چاہیے سوا اسکے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
خود دعوت قبول کی اور صحابہ نے مردی کا کھانا کھایا چنانچہ سابقاً لکھا گیا تو پھر کیونکر یہ بات تسلیم
ہو سکتی ہے کہ عموماً مردی کا کھانا دل کو مردہ کرتا ہے۔ نوادر الشام کی عبارت جو لکھی گئی وہ بھی عجیب و
غریب ہے جو کھانا مُردونکی روح کے واسطے تیار کیا گیا ہو اسکی نسبت یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کسیکو قبول کرنا مکروہ ہے
اور اسکی وجہ کیا ہے عموماً فتاوی کی نسبت جو یہ دعوی کیا گیا کہ سب میں یہی لکھا ہے یہ قلت

تبع پر دال ہی چنانچہ متعاقب معلوم ہوگا تخصیص و تعئین کو کچھہ دخل نہیں ہی لغو ڈھکوسلے ہیں
جب چاہیں اور جس دن چاہیں عام ازینکہ تخصیص و تعئین کسی مصلحت سے کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو مردے
کی روح کے ثواب کے لئے کھلا سکتے ہیں اور وہ ثواب پہنچ سکتا ہی جامع البرکات کی عبارت جو لکھی
گئی وہ بالکل ٹھیک ہے مگر جبکہ کھانا مردوں کیطرف سے اس طور پر پکایا جاے کہ فقیر و غنیا دونو کو کھلایا جائیگا
تو دونو قسم کے اشخاص و افراد کو اُسکا کھانا درست ہے اور اُسکا ثواب دونکو پہنچتا ہی قاضی الاسلام مولوی
صبغۃ اللہ مدراسی سالۂ گلزار ہدایت میں لکھتے ہیں مولوی اسحاق دہلوی نے نقل کیا ہے کہ شیخ عبد الحق دہلوی
نے کتاب جامع البرکات میں لکھا ہی میت کیطرف سے کھانا فقرا پر تصدق کرنیکی نیت سے جو پکاتے
ہیں تاکہ اُسکا ثواب میت کو پہنچے اُسکو فقیر کے سوا دوسرے کو کھانا روا نہیں کیونکہ تصدق فقرا پر ہی ہوتا ہے
اور غنیا کے لئے ہدیہ ہے اور مسلمانونکی ضیافت کی نیت سے جو پکاتے ہیں اُسکو سب لوگ خواہ غنی ہوں یا فقیر کھانا
درست ہے چنانچہ عرسوں میں مشائخ کے جو اس ملک میں مشہور ہیں علی العموم فقرا و غنیا کو کھلانیکے واسطے ہوتا ہے
لیکن فقرا و محتاج جو کھاتے ہیں اُسمیں زیادہ ثواب ہوگا اور جو غیر فقیر نے کھایا تو موجب عقاب کا نہیں ہوسکتا
مگر ظالم کو جو کھلائے گا اُسمیں گناہ ہی کیونکہ اُس کھانیسے اُسکی بدن میں قوت آئیگی اور لوگوں پر ظلم کریگا
انتہی شیخ نے جو کہا کہ جو غیر فقیر نے کھایا تو موجب عقاب کا نہیں اس عبارت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر
غنیا کو کھلاویں یا اُنکو بطریق ہدیہ کے بہیجیں تو اُسمیں کچھ ثواب نہیں لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ غنیا کو بھی جو
کھلاتے ہیں وہ مکارم اخلاق اور امر معروف میں ہے اُسپر بھی ثواب مترتب ہے اگرچہ فقیر کے کھلانیکے
ثواب سے کم ہو صحیح حدیث میں آیا ہی کُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَۃٌ یعنی جو معروف ہو صدقہ ہے یعنی
معروف کام کرنے سے صدقہ کا ثواب ملتا ہی اور شیخ نے جو یہ کہا کہ اگر فقیر کو کھلانیکی نیت سے
پکاوے تو دوسرے کو کھانا جائز نہیں یہ مذہب حنفیہ کا ہی شافعیہ کے یہاں جو حکم ہی ہم اُسے سابقاً لکھ چکے ہیں
معلوم کیجئے کہ فقہا شافعیہ لکھتے ہیں کہ میت پہ نوحہ اور ندبہ کرنیوالوں کے لئے کھانا تیار کرنا اور اُنکو

کھلانا حرام ہی اسلئے کہ اس سے گناہ کی اعانت ہوتی ہی اور میت کے لوگوں کو کھانا پکاکے لوگونکی دعوت
کرنا بدعت اور مکروہ ہی اور اس کھانیکی دعوت قبول کرنا بھی مکروہ ہی امام احمد اور ابن ماجہ نے جابر بن
عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے بسند صحیح روایت کیا ہی کہ جابر نے کہا کہ میت کے دفن کے بعد لوگونکا اسکی قرابتیوں کے
پاس جمع ہونا اور اہل قرابت کا انکے لئے کھانا تیار کرنا اسکو ہم نوحہ میں شمار کرتے تھے اس حدیث سے اسکی
کراہت معلوم ہوئی اسکو نوحہ میں شمار کرنا اسلئے ہے کہ اسمیں غم کے کام پر اہتمام پایا جاتا ہے سوم دہم وغیرہ
میں جو کھانا پکاتے ہیں وہ بھی بدعت ہے اسکی کراہت کا حکم کتب میں فقہ شافعی کے نظر نہ آیا دلیل جو لکھی
غم کے کام پر اہتمام کرنا مکروہ ہے اس سے اسکی کراہت بھی معلوم ہوتی ہی حنفیہ سے بزازی نے اپنی فتاوی میں
لکھا ہی کہ کھانا پکانا مرنے کے دن یا سوم کو یا ہفتے کے بعد اور عیدوں میں مکروہ ہے مولوی اسحاق نے
جامع البرکات سے نقل کیا ہے کہ مرنے کے بعد جو سالانہ کو یا چھ مہینونکو یا چہلم کو اس ملک میں کھانا پکاتے ہیں
اور بھائی آشنا کے گھر بھیجتے ہیں اور اسکو بھاجی کہتے ہیں اسکا اعتبار نہیں بہتر ہے کہ نہ کھاوے انتہی
اور فتح القدیر میں لکھا ہے کہ میت کے لوگونکو ضیافت کا کھانا پکانا مکروہ ہے کیونکہ ضیافت شرع میں خوشی
کے کام پر آئی ہی نہ غم کے وقت اور وہ بدعت قبیح ہی انتہی معلوم کیجیے کہ میت کی زیارت کے واسطے
سوم و دہم وغیرہ میں لوگونکا جمع ہونا بدعت ہے ابن حجر مکی نے تحفہ میں لکھا ہی دفن کے بعد قبر کے
پاس قرآن کا پڑھنا اور میت کے لئے دعا کرنیکے واسطے جایا کرنا سنت ہے لیکن لوگ جو جمع ہوا کرتے ہیں وہ
بدعت ہی اور اس جمع ہونے میں بعضی بدعت حسنہ ہی انتہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر جمع ہوکے قرآن وغیرہ پڑھیں
اور کوئی منکر کام نہ کریں تو وہ بدعت ہے لیکن قبیح نہیں انتہی۔ فاتحہ مروجہ کے باب میں جو کچھ لکھا گیا
محض طول و فضول ہے اصل یہ ہے کہ ایصال ثواب کی دو صورتیں ہیں بدنی و مالی اور یہ دونو صورتیں
جائز ہیں چنانچہ اسکا بیان کیا جاویگا۔ فاتحہ مروجہ ہند ان دونو صورتونکا جامع ہے پھر کسیطرح سے
ناجائز نہیں ہوسکتا آداب طعام کے بھی کچھ منافی نہیں ہے جو لوگ فاتحہ کا کھانا کھلاتے ہیں اسکی

صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ فاتحہ کر کے کھانا کھلاتے ہیں دوسری صورت یہ ہی کہ جب کھانا سامنے رکھا گیا اُسپر فاتحہ پڑھا گیا پھر میزبان نے مہمان کو اجازت دی اُنہی بسم اللہ کہکی ہاتھ بڑھایا یہی صورت مسنون عنہا ہے جو آداب طعام کے منافی نہیں ہے یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا کہ جب کھانا سامنے رکھا جائے تو میزبان کی اجازت کا انتظار نہ کیا جائے اور قحطیوں کیطرح سے گر کر کھانا چاہئیے اِدھر روٹی آئی تو بلا انتظار شوربے کے اُسی چٹ کر گئے جب شوربا آیا اُسے اُٹھا کر پی گئے اگر پہلے فرنی رکھی گئی اُسکو چاٹ گئے صراط المستقیم میں نہایت وضوح و صفائی سے یہ مسئلہ لکھا گیا ہی اُسکی یہ عبارت ہے۔ بر ہمیں قیاس باید کرد سائر عبادات را پس ہر عبادتیکہ از مسلمان ادا شود و ثواب آں بروح کسی از گزشتگاں برساند و طریق رسانیدن آن دعائی خیر بجناب الٰہی ست پس این خود البتہ بہتر و مستحسن ست و اگر آں کس کہ ثواب و جش میرساند از اہل حقوق اوست بمقدار حقوق وی خوبی رسانیدن این ثواب زیادہ تر خواہد شد پس در خوبی این قدر امر از امور رسومہ فاتحہ ہا و اعراس و نذر و نیاز اموات شک و شبہہ نیست۔ دوسرے مقام پر ہے نہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایں معنی بہتر و افضل غرض آنست کہ مقید برسم نباید شد بے تعیین تاریخ و روز و جنس و قسم طعام ہر وقت و ہر قدر کہ موجب اجر جزیل بود عمل آرد و ہر گاہ ایصال نفعے بمیت منظور دارد و موقوف بر اطعام نہ گزارد اگر میسر باشد بہتر ست و الا صرف ثواب سورۂ فاتحہ و اخلاص بہترین ثواب ہاست۔ دیکھو مولوی اسمٰعیل دہلوی فاتحہ مرسومہ کا جواز لکھتے ہیں فافہم المسلمین یہ ہے

پچیسواں سوال ۲۵

دستور ہے کہ حافظوں کو نوکر رکھکر میت کی قبر پر مقرر کرتے ہیں کہ وہاں بیٹھکر کلام اللہ پڑھا کریں اور اُسکا ثواب میت کو بخشیں یہ طور جائز ہے یا نہیں **جواب** اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور روایتیں مختلف اس باب میں منقول ہیں فقہ کی بعض کتاب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حافظوں کو قرآن پڑھنے کیواسطے قبر کے پاس بٹھانا مکروہ ہے چنانچہ خزانۃ الروایات میں فتاویٰ شاہان سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسیکو

اسواسطی نوکر رکھے کہ قبر کے پاس بیٹھکر کلام اللہ پڑھا کرے تو اُس پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچے نہ اُس
پڑھنے والیکو ملے انتہی۔ اور نصاب الاحتساب میں لکھا ہی کہ قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنے کو قاری
مقرر کرنا بدعت ہے اور اُسکی عوض میں قاری کو کچھ دینا بے معنی بات ہے اور یہ کام کسینے خلفاء اور صحابہ
میں نہیں کیا اور دُر مختار سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کے پاس قاری بٹھانا مکروہ نہیں بلکہ یہی مذہب مختار ہے
اب جاننا چاہئے کہ قاعدہ اصول فقہ کا یوں مقرر ہوا ہے کہ اختلاف کی صورت میں احتیاط پر عمل کریں تو
اب اس صورت میں بھی احتیاط کے لحاظ سے حافظ و قاری قبر کے پاس نہ بٹھانا اولیٰ ہی۔ اور مجالس وعظیہ
میں خوب لکھا ہی کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں کلام اللہ پڑھکر کہے کہ یا الٰہی میںنے اپنی اس پڑھنے کا ثواب فلانے
بزرگ کو یا فلانے اہل قبر کو بخشا سو تو اُسکا ثواب میرے بدلے اُسکو پہنچا دے تو مقرر اُنکو وہ ثواب پہنچتا ہے
اسواسطے کہ یہ دعا ثواب پہنچانیکے واسطے ہوئی اور دعا بلا خلاف پہنچتی ہی پس قبر کے پاس بیٹھکر کے کلام اللہ
پڑھنا کیا حاجت ہے **تنبیہ** مائۃ مسائل میں لکھا ہی کہ فقہا کا یوں مقرر ہے کہ اُجرت دینا لینا
طاعت و بندگی میں جائز نہیں اور دو ختم یا چار ختم کے عوض میں ایک روپیہ یا دو روپیہ مثلاً مقرر کر دینا
صریح اُجرت ہوئی اور جب پہلے سے اُجرت مقرر نہیں کی اور بعد ختم کے کچھ دیا تو یہ دینا بے اُجرت ہوا اور
حدیث شریف سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پڑھکر اُسکی عوض کچھ نہ کھاوے نہ لیوے خواہ مقرر کیا ہو
یا نہ کیا ہو چنانچہ شرح وقایہ میں لکھا ہی کہ ہمارے نزدیک اصل اور قاعدہ یوں ٹھہرا ہی کہ بندگی اور گناہ
کے کام پر اجارہ کرنا جائز نہیں اور مشکوٰۃ شریف میں بریدہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جو شخص کلام اللہ پڑھکر اُسکو دنیا کمانیکا وسیلہ مقرر کرے تو وہ شخص قیامت کے روز محشر میں
اس شکل سے آویگا مُنہ اُسکا صرف ایک استخوان کا ہوگا جسپر کچھ گوشت نہوگا۔ پس اس حدیث کی عبارت سے
معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھکر یا پڑھوا کر اُجرت لینا دینا اور کھانا کھلانا گناہ کبیرہ ہے انتہی۔ اب
اس مقام میں ایک بات بڑی فائدہ کی ضرور جانکر لکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ مولانا شاہ عبد العزیز محدث

سرہ العزیز نے تفسیر فتح العزیز میں بیچ تفسیر آیہ کریمہ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا کے لکھا ہے کہ اس
آیت سے اور ان حدیثوں سے جو اس آیت کی تفسیر اور معنی میں وارد ہیں علماء نے استنباط و ثابت کیا ہے کہ
مزدوری اور اُجرت علم دین کے پڑھانے اور لکھانے پر لینا حرام ہے کیونکہ پڑھانا اور بتلانا علم دین کا فرض ہے
لیکن اگر کوئی شخص کسیکے گھر جاکر قطع مسافت کر کر کسیکو علم دین کا پڑھاوے یا لڑکوں کو صبح سے شام تک
یا کم سوائے علم دین کے تعلیم کیواسطے قید میں رکھے یا کسی مدرسہ میں تعلیم کیواسطے مقید ہو کر بیٹھے تو بیشک ہے کہ کچھ
اُجرت لینا اُس قطع مسافت وغیرہ کی عوض میں ہے نہ مقابل تعلیم علم دین کے اور جو علمائے متاخرین نے تعلیم قرآن
مجید پر اُجرت لینا جائز رکھا ہے وہ یہی صورت ہے اور مراد اُس سے یہی تعلیم ہے اور جو کوئی شخص کسیکے
پاس آکر کہے کہ فلانی آیت مجکو سکھا دو پھر وہ اس سے مزدوری طلب کرے تو سو یہ اُجرت باتفاق علمائے
متقدمین و متاخرین حرام ہے انتہی محصلہ۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ ضرور نہیں ہے کہ جو لوگ قرآن پڑھتے ہیں وہ
اُجرت ٹھہراتے ہیں یا انکو بطور اُجرت کے کچھہ دیا جاتا ہے شاید کہیں ایسا بھی ہوتا ہو چونکہ اُجرت کے جواز کا
معاملہ صاف ہو گیا اسلئے مجھے زیادہ ضرورت تحریر کی نہیں آخر جو شخص قبر پر آکر یا بالالتزام قرآن شریف
پڑھتا ہے آنے میں اور بیٹھکر پڑھنے میں اُسکا وقت صرف ہوتا ہے اگر اس وقت کو وہ کسی دوسرے کام میں صرف کرتا تو
اُسکو کچھہ نہ کچھہ اُجرت ملتی ایسی صورت میں اُسکو جو کچھہ اُجرت دیجاتی ہے اُس وقت صرف کرنیکی دیجاتی ہے
درمختار کی عبارت بھی جو لکھی گئی وہ ہمارے مدعا کے نہایت مفید ہے اصول کا قاعدہ جو لکھا گیا گو بے
اصول ہے مگر وہ بھی ہمارے مدعا کو مفید ہے اختلاف کی صورت میں جب اختیار پر عمل ہوتا ہے تو پھر مذہب مختار
ہی کو کرنا چاہئے۔ اب نفس مسئلہ کی تحقیق کیا چاہتا ہوں۔ سلف صالح کا طریقہ ہمیشہ یوں ہی
جاری ہے کہ ائمہ علمائے جب کوئی شخص مرتا ہے قبر پر حفاظ کو مقرر کرتے ہیں تاکہ قرآن پڑھیں۔ علامہ
سیوطی رسالہ طلوع الثریا باظہار ما کان خفیا میں لکھتے ہیں رَأَیْتُ فِی التَّوَارِیْخِ کَثِیْرًا
فِیْ تَرَاجِمِ الْاَئِمَّةِ یَقُوْلُوْنَ وَاَقَامَ النَّاسُ عَلٰی قَبْرِہٖ سَبْعَةَ اَیَّامٍ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ قَالَ

الحافظ الكبير ابو القاسم بن عساكر في كتابه المسمّٰى تبيين كذب المفتري فيما نسب الى الامام ابي الحسن الاشعري سمعت الشيخ الفقيه ابا الفتح نصر الله بن محمد بن عبد القوي المصيصي يقول توفي الشيخ نصر بن ابراهيم المقدسي في يوم الثلثاء التاسع من المحرم سنة تسعين واربع مائة بدمشق واقمنا على قبره سبع ليال نقرء كل ليلة عشرين ختمة يعني بيچ اکثر تواريخ ميں ائمہ کے بيان ميں ديکھا ہے کہ لوگ سات دن تک قبر پر قرآن شريف پڑھتے رہتے تھے حافظ کبير ابو القاسم بن عساکر نے بيچ کتاب تبيين کذب المفتري فيما نسب الى الامام ابو الحسن الاشعري ميں لکھا ہے کہ ميں نے شيخ ثقہ ابو الفتح نصر الله بن محمد عبد القوي مصيصي سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ شيخ نصر بن ابراہيم مقدسي منگل کے روز محرم ۴۹۰ھ کی نويں تاريخ کو دمشق ميں مر گئے ہم لوگ انکی قبر پر سات دن ٹھہرے رہے اور ہر رات بيس ختم قرآن ہوتے تھے انصار کا يہ طريقہ تھا کہ جب کوئی قضا کرتا انصار انکی قبر پر جمع ہوتے اور بہيئت اجتماع قرآن پڑھتے شرح الصدور ميں ہے اخرج الخلال عن سفيان قال كان الانصار اذا مات لهم الميت اختلفوا الى قبره ويقرءون القرآن مرقات ميں ہے کہ شافعی اور اصحاب شافعی قبر پر قرآن کا پڑھنا ختم کرنا مستحب سمجھتے ہيں روايت بيہقی و ابو داؤد کی بھی اسکی مؤيد ہے وذكر في الاذكار عن الشافعي واصحابه انه يستحب ان يقرء عنده شيء من القرآن قالوا وان ختموا القرآن كله كان حسنا وفي سنن البيهقي ان ابن عمر يستحب ان يقرء على القبر بعد الدفن اول سورة البقرة وخاتمتها قاله الطيبي وفي رواية يقرء اول البقرة عند راس الميت وخاتمتها عند رجله رواه ابو داؤد يعني اذکار ميں شافعی اور انکے اصحاب سے مذکور ہے کہ مستحب ہے کہ قبر کے پاس کچھہ قرآن پڑھا جاوے ان لوگوں نے کہا کہ اگر پورا قرآن پڑھا جاوے تو بہتر ہوگا سنن بيہقی ميں ہے کہ

ابن عمر اس امر کو مستحب خیال کرتے تھے کہ قبر پر بعد دفن کے اول سورہ بقرہ اور اسکا اخیر پڑھا جاوے
طیبی نے بھی لکھا ہے اور ایک روایت میں ہے اول بقرہ میت کے سرہانے پڑھا جاوے اور خیر بقرہ اسکے پاؤں کے
پاس اسکو ابو داؤد نے روایت کیا ہے عینی حاشیہ ہدایہ میں لکھتے ہیں وَلَا بَأْسَ بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ
عِنْدَ الْقُبُوْرِ یعنی قبور کے پاس قرآن پڑھنا مضائقہ نہیں اکثر علمانے جریدہ رطبہ کی حدیث
سے اس مسئلہ کا استنباط کیا ہے مرقات میں ہے وَاسْتَحَبَّ الْعُلَمَاءُ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ عِنْدَ
الْقَبْرِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اِذْ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ اَوْلٰى بِالتَّخْفِيْفِ مِنْ تَسْبِيْحِ الْجَرِيْدِ
یعنی مستحب سمجھا ہے علمانے قرآن کا پڑھنا قبر کے پاس اس حدیث سے اسلیے کہ تلاوت قرآن
تخفیف عذاب میں اولی ہے تسبیح جریدے سے برسی جسے عرس کہتے ہیں اسکا جواز نہایت صاف طور پر ہے
مجموعہ فتاوی مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب میں ہے۔ رفتن بر قبور بعد سالے یک روز معین کردہ سہ
صورت ست اول آنکہ یک روز معین نمودہ یک شخص یا دو شخص بغیر ہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر بر
قبور محض بنابر زیارت و استغفار بروند اینقدر از روے روایات ثابت ست و در تفسیر در منثور نقل
نمودہ کہ ہر سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر مقابر میرفتند و دعا برائے مغفرت اہل قبور می نمودند اینقدر
ثابت و مستحب ست دوم آنکہ بہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند و ختم کلام اللہ کنند و فاتحہ بر شیرینی
یا طعام نمودہ تقسیم در میان حاضران نمایند این قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نبود اگر کسے
این طور بکند باک نیست زیرا کہ درین قسم قبح نیست بلکہ فائدہ احیا و اموات حاصل میشود سوم طور جمع
شدن بر قبور این ست کہ مردمان یک روز معین نمودہ و لباسہائے نفیس و فاخر پوشیدہ مثل روز عید
شادمان شدہ بر قبرہا جمع می شوند و رقص و مزامیر و دیگر بدعات ممنوعہ مثل سجود برائے قبور و طواف
گرد قبور می نمایند این قسم حرام و ممنوع ست بلکہ بعض بحد کفر میرسند و ہمین ست محمل این ہر دو حدیث
وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا چنانچہ در مشکوٰۃ شریف موجود ست اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُعْبَدُ

این ہم در مشکوٰۃ است مولانا محمد عمر مولوی عبدالحکیم پنجابی کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔ آرے
زیارت تبرک قبور صالحین و امداد ایشان بہ اہداءِ ثواب تلاوتِ قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی
امر مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعیینِ روزِ عرس برائے آنست کہ آں روز مذکر انتقال ایشان می باشد
از دار العمل بدار الثواب و الّا ہر روز کہ این عمل واقع شود موجبِ فلاح و نجات ست و خلف را لازم است
سلفِ خود را بایں نوع بر و احسان نماید۔ در درِ منثور سیوطی مرقوم است و اَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَ
ابْنُ مَرْدُوْيَهْ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَاْتِيْ اُحُدًا كُلَّ عَامٍ فَاِذَا تَلَقَّى الشِّعْبَ سَلَّمَ عَلٰى قُبُوْرِ الشُّهَدَاءِ فَقَالَ سَلَامٌ
عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ
قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ عَلٰى رَاْسِ كُلِّ حَوْلٍ
فَيَقُوْلُ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ
وَعُثْمَانُ وَفِي التَّفْسِيْرِ الْكَبِيْرِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَنَّهُ كَانَ يَاْتِيْ قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ رَاْسَ كُلِّ حَوْلٍ فَيَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ
فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ وَالْخُلَفَاءُ الْاَرْبَعَةُ هٰكَذَا يَفْعَلُوْنَ انتہٰی مولوی اسحاق مائۃ المسائل میں اس
کی تقریر کا جواب یوں لکھتے ہیں و بعضے مردم کہ بجواز اعراس دلیل می آرند کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ہر سال برائے زیارت قبور شہداء رفتہ اند کہ یَاْتِيْ قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ عَلٰى رَاْسِ كُلِّ حَوْلٍ
پس جواب این ست کہ اول این حدیث از صحاح نیست کہ محل سخن باشد بلکہ از آں کتب است کہ در آں
کتب حدیث ہر قسم صحیح و حسن و ضعیف بلکہ موضوع ہم یافتہ میشود کما نقل السُّيُوْطِيُّ عَنِ ابْنِ جَرِيْرٍ
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ
عَلٰى رَاْسِ حَوْلٍ فَيَقُوْلُ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ انتہٰی در کتاب

ابن جریر احادیث ہر قسم موجود اند معہذا نزد محدثین این حدیث متصل الاسناد مرفوع ہم نیست پس
نزد ایشان صحیح نباشد وقتیکہ یقین بر صحت آن نشد در مقام استدلال بر جواز شئے و عدم آن آوردن
نشاید زیراکہ صحت حدیث در استدلال ضرورست و بر تقدیر صحت حدیث این حدیث مجمل ست باین وضع
یَأْتِیْ قُبُوْرَ الشُّہَدَاءِ عَلٰی رَاسِ کُلِّ حَوْلٍ دو معنی دارد عَلٰی رَاسِ حَوْلٍ مِنْ اَوَّلِ
السَّنَۃِ اَیْ اَوَّلِ الْمُحَرَّمِ اَوْ یَاتِیْ عَلٰی رَاسِ حَوْلٍ مِنْ سَنَۃِ مَوْتِ صَاحِبِ الْقَبْرِ و قاعدۂ
اصول فقہ ست کہ عمل نمودن بحدیث مجمل جائز نیست تا وقتیکہ از طرف مجمل بیان نیاید اگر از طرف
مجمل یعنی از پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم بیان آید آنوقت عمل بحدیث مجمل جائز میشود والا لا۔ و بر تقدیریکہ
مجمل ہم نباشد بلکہ مبین باشد چنانکہ معاصران ما می فہمند پس جواب آن میگویم کہ این حدیث
معارض ست بحدیث لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا اَیْ لَا تَجْتَمِعُوْا عِنْدَ قَبْرِیْ کَاجْتِمَاعِکُمْ لِلْعِیْدِ
فَافْہَمْ وَلَا تَتَکَلَّمْ در اصل این ست کہ مدلول حدیث ہمین قدرست کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
برائی زیارت قبور شہداء احد تشریف میبردند پس دلالت حدیث فقط بر زیارت قبور شد و آن را کسی
منع نمی کنند و عرس کہ وراے آن امر زائد ست کسی کہ فقط در ہر ہفتہ یا در ہر ماہ یا بعد سالی برائی زیارت قبور
رفتہ باشد آنرا ہرگز عرس نخواہند گفت و حقیقت عرس کہ رواج دارد این ست کہ روز معین معہود مردمان جمع
شوند و لباس فاخرہ بپوشند و در مقام قبر یا جای دیگر دہل و نقارہ زنند و چیزے از مخترعات خود و بدعات
مثل رقص و ضرب آلات لہو و غیرہ عمل آرند آنرا عرس خواہند گفت انتہی ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحاح ستہ
میں پائی گئی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ضعیف یا موضوع ہو احادیث صحاح کا انحصار صحاح ستہ پر
نہیں ہے۔ قاضی الاسلام علامہ صبغۃ اللہ مدراسی گلزار ہدایت میں لکھتے ہیں بعض نے واقدی سے
روایت کیا ہے قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَزُوْرُ الشُّہَدَاءَ بِاُحُدٍ فِیْ
کُلِّ حَوْلٍ وَاِذَا بَلَغَ الشِّعْبَ رَفَعَ صَوْتَہٗ فَیَقُوْلُ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ

فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ثُمَّ اَبُوْبَكْرٍ رض كُلَّ حَوْلٍ يَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ خَطَّابٍ رض ثُمَّ عُثْمَانُ رض

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء احد کی زیارت کیواسطے ہر سال جاتے تھے جب پہاڑ کی شعب کے پاس پہنچتے تو پکار کے سلام علیکم الخ فرماتے پھر ابوبکرؓ ہر سال ایسا ہی کیا کرتے تھے پھر عمر بن خطابؓ پھر عثمانؓ لیکن واقدی ضعیف ہی ابن حجر مکی نے کتاب حسن توسل میں واقدی سے جو روایت کو مروی واقدی کا نام چھوڑ کے ابن حاج وغیرہ سے نقل کیا ہے مگر یہ نہیں لکھا کہ اس حدیث کو کسنے روایت کیا مگر جب ابن حجر نے اس حدیث کو روایت کیا اور شہداء احد کی زیارت میں اس دعا کے پڑھنے پر استدلال کیا تو اس سے ظاہر ہوا کہ یہ حدیث انکے نزدیک قابل حجت ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہر سال جو زیارت کرتے ہیں اسکی اصل شرع میں ہے انتہی۔ علاوہ اسکی محل فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل جاری ہے حدیث کی نسبت جو مجمل ہونیکا دعوی کیا گیا یہ بھی صحیح نہیں ہے اسلئے کہ کتب احادیث سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں طریقہ عدا و سنین کا محرم الحرام سے نتھا بلکہ یہ امر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بمشورہ صحابہ قرار پایا۔ علامہ سیوطی رسالہ شماریخ فی علم التاریخ میں لکھتے ہیں اَوَّلُ مَنْ كَتَبَ التَّارِيْخَ عُمَرُ بِسَنَتَيْنِ وَنِصْفٍ مِنْ خِلَافَتِهِ فَكَتَبَهُ بِسِتَّ عَشْرَ مِنَ الْمُحَرَّمِ بِمَشْوَرَةِ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْطَالِبٍ رض پھر خواہ مخواہ مصداق حدیث کا سنی ثانی ہی قاضی الاسلام علامہ صبغۃ اللہ مدراسی شافعی گلزار ہدایت میں لکھتے ہیں حدیث میں فِيْ كُلِّ حَوْلٍ اور ابن جریر کی روایت میں رَاْسِ كُلِّ حَوْلٍ جو مذکور ہوا اس سے متبادر یہی ہے کہ انکی موت کے وقت سے سال لیا کرتے تھے عرب کا محاورہ اسی پر دلالت کرتا ہی جبتک سال ختم نہو گا حول نہ کہینگے امام نووی تہذیب الاسماء واللغات میں صاحب محکم سے نقل کرتے ہیں اَلْحَوْلُ سَنَةٌ بِاَسْرِهَا یعنی حول پورے سال کو کہتے ہیں انکی وفات کے وقت سے جب سال پورا ہوا تو حول ہوا اس تقدیر پر یہ روایت مجمل نہیں ٹھہر سکتی انتہی تعریف معارضہ کی بھی درست نہیں اسلئے کہ حدیث میں دی ہے عَنْ زَيْنِ الْعَابِدِيْنَ بْنِ الْحُسَيْنِ

بن علی ان رجلا کان یاتی کل غدوۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویصلی
علیہ ویصنع فی المساء مثل ذلک فاشتھر علیہ علی فقال لہ ما یحملک
علی ھذا قال احب التسلیم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ علی بن الحسین
اخبرنی ابی عن جدی رضی اللہ عنھما انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لا تجعلوا قبری عیدا ولا تجعلوا بیوتکم قبورا وصلوا علی وسلموا حیث
ما کنتم فستبلغنی صلوتکم وسلامکم اس حدیث کو اسمعیل قاضی نے روایت کیا ہے
وفی اسنادہ من لم یسم اور ابو بکر بن شیبہ وابو یعلی نے بھی روایت کیا ہے باین عبارت رأی علی
بن حسین رجلا یاتی الی فرجۃ کانت عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیدخل فیھا فیدعوا
فیھا فنھاہ فقال الا احدثک حدیثا سمعتہ من ابی عن جدی یعنی علی
بن ابی طالب رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تتخذوا الحدیث اس حدیث
میں عبد اللہ بن نافع ہیں بخاری کہتے ہیں فی حفظہ شئی احمد کہتے ہیں لم یکن بذاک
فی الحدیث ابو حاتم کہتے ہیں ھو لین فی حفظہ عبد الرزاق نے اپنی تصنیف میں حسن بن علی
بطور مرسل کے روایت کیا ہے جس میں لا تتخذوا بیتی عیدا ہے بیتی سے مراد قبر ہی ہے یہ حدیث بھی
مجمل ہے علماء نے اسکے مختلف معنی کہے ہیں ایک معنی تو یہ ہے کہ قبر شریف کے پاس عید کا سا مجمع نہ کرو اور
کھیل کود نہ مچاؤ جیسے یہود ونصاری کا طریقہ تھا مسالک الحنفا الی مشارع الصلوۃ علی النبی المصطفی میں
علامہ قسطلانی لکھتے ہیں انہ نھی عن الاجتماع لزیارتہ لاجتماعھم للعید کما
کانت الیھود والنصاری یجتمعون لزیارۃ قبور انبیاءھم ویشتغلون باللھو کما فی الاعیاد
دوسرے معنی قبر شریف کے پاس عید کا سا مجمع نہ کرو جس میں لوگوں کو مشقت ہو یہی مسالک میں ہے
ویحتمل ان یکون نھیہ من جھۃ المشقۃ الحاصلۃ من الاجتماع وما یترتب علیہ

مِنْ تجاوُزِ الحدِّ والتعالی فی تعظیمِ قبرہٖ علیہِ الصلوٰۃُ والسلامُ تیسری معنی قبر
شریف پر آنیکی اس قسم کی عادت نہ کرو جس سے ادب دل سے جاتا رہے مسالک میں ہے یحتمل ان یکون
العیدُ اسمًا مِنَ الاعتیادِ یقالُ عادۃً واعتادہٗ وتعوّدہٗ اِذا صارَ عادۃً لہٗ یعنی لا
تجعلوا قبری محلَّ اعتیادٍ یعتادونہٗ لما یؤدّی ذٰلکَ الی سوءِ الادبِ وارتفاعِ
الحشمۃِ ومؤیّدُ ھٰذا قولُہٗ صلّی اللہ علیہِ وسلّم وصلّوا علیّ فاِنّ صلوٰتکم
تبلغنی حیثُ کنتم ای لا تتکلّفوا المعاودۃَ اِلیّ فقد استغنیتم عنہا بالصلوٰۃِ علیّ

چوتھی معنی قبر شریف پر عید کیطرح گاہے ماہے نہ آیا کرو مسالک میں صاحب سلاح المؤمنین سے منقول ہے
یحتمل اَن یکونَ المرادُ الحثَّ علی کثرۃِ زیارتہٖ ولا تجعل کالعیدِ الّذی لا یاتی
فی العامِ الّا مرّتینِ ویؤیّدُ ھٰذا قولُہٗ صلّی اللہ علیہِ وسلّم لا تجعلوا بیوتکم
قبورًا ای لا تترکوا الصلوٰۃَ فی بیوتکم حتّی تجعلوھا کالقبورِ الّتی لا یصلّی فیہا

غرض جب یہ حدیث اسقدر محتمل المراد ہوگی پھر اسکے محل ہونیمیں کیا شک رہا اور معارضہ کیونکر صحیح
ہوسکتا ہے بر تقدیر تسلیم ہم کہتے ہیں کہ کوئی شخص اگر بطور عید کے لباس فاخرہ پہنکر شادان و فرحاں مجمع
کرے وہ بیشک ناجائز ہے نفس اجتماع اور اجتماع بطور عیدین میں زمین و آسمان کا فرق ہے حقیقت عرس مروجہ
کی جو لکھی گئی اگر وہ صحیح ہے تو بیشک وہ ناجائز ہے ہم اسکو عرس نہیں کہتے بلکہ میلہ ٹھیلہ کہتے ہیں عرس کی
حقیقت صورت ثانی ہے جیسے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے جب تعیین کی نسبت اپنی فتاویٰ میں تحریر فرمایا
دوسرے مقام پر یہ لکھتے ہیں زیارت قبور روز معین کردن بدعت است اصل زیارت جائز است و معین کردن روز
در وقت سلف نبود و ایں بدعت از آن قبیل است کہ اصلش جائز است و خصوصیت وقت بدعت مانند مصافحہ
بعد نماز عصر کہ در ملک توران وغیرہ رائج است روز عرس برائے یاد دہانیدن وقت خاص برائے میت گرفتہ
مضائقہ ندارد و لیکن التزام آں روز نیز بدعت است از ہمان قبیل کہ گذشت شیخ عبدالحق محدث دہلوی

ما ثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ میں کہتے ہیں فَاِنْ قُلْتَ هَلْ هٰذَا الْعُرْفُ الَّذِیْ شَاعَ
فِیْ دِیَارِنَا فِیْ حِفْظِ اَعْرَاسِ الْمَشَائِخِ فِیْ اَیَّامِ وَفَاتِهِمْ اَصْلٌ فَاِنْ کَانَ عِنْدَکَ عِلْمٌ
بِذٰلِکَ کَمَا ذَکَرَهٗ قُلْتُ قَدْ سَاَلْتُ عَنْ ذٰلِکَ شَیْخَنَا الْاِمَامَ عَبْدَ الْوَهَّابِ الْمُتَّقِیَ الْمَکِّیَ
فَقَالَ ذٰلِکَ مِنْ طُرُقِ الْمَشَائِخِ وَعَادَاتِهِمْ وَلَهُمْ فِیْ ذٰلِکَ نِیَّاتٌ قُلْتُ کَیْفَ تَعَیَّنَ ذٰلِکَ
الْیَوْمُ دُوْنَ سَائِرِ الْاَیَّامِ فَقَالَ الضِّیَافَۃُ مَسْنُوْنَۃٌ عَلَی الْاِطْلَاقِ فَقَطَعُوْا
النَّظَرَ عَنْ تَعَیُّنِ الْیَوْمِ وَلَهٗ نَظَائِرُ کَمُصَافَحَۃِ بَعْضِ الْمَشَائِخِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ وَ
کَالْاِکْتِحَالِ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَاِنَّهٗ سُنَّۃٌ عَلَی الْاِطْلَاقِ وَبِدْعَۃٌ مِنْ جِهَۃِ الْخُصُوْصِیَّۃِ
ثُمَّ قَالَ وَقَدْ ذَکَرَ بَعْضُ الْمُتَاَخِّرِیْنَ مِنْ مَشَائِخِ الْمَغْرِبِ اَنَّ الْیَوْمَ الَّذِیْ
وَصَلُوْا اِلٰی جَنَابِ الْعِزَّۃِ وَحَظَائِرِ الْقُدْسِ یُرْجٰی فِیْهِ مِنَ الْخَیْرِ وَالْبَرَکَۃِ وَالنُّوْرَانِیَّۃِ
الْاَکْثَرُ وَاَوْفَرُ مِنْ سَائِرِ الْاَیَّامِ فَقَالَ لَمْ یَکُنْ فِیْ زَمَنِ السَّلَفِ شَیْءٌ مِنْ ذٰلِکَ
وَاِنَّمَا هُوَ مِنْ مُسْتَحَبَّاتِ الْمُتَاَخِّرِیْنَ

میں نے اپنے شیخ امام عبد الوہاب متقی مکی سے عرس کے باب میں پوچھا امام نے جواب دیا کہ یہ طریق
مشائخ اور انکی عادات سے ہے اور اسمیں مشائخ کی بہت نیتیں ہیں میں نے کہا کیونکر یہ دن معین ہے اور دوسرے
دن معین کیوں نہ کئے گئے امام نے کہا ضیافت علی العموم مسنون ہے پھر مشائخ نے تعیین دن سے قطع نظر کیا
اسکے لئے بہت سی نظیریں ہیں جسطرح بعض مشائخ بعد نماز کے مصافحہ کیا کرتے ہیں اور جسطرح عاشورا کے
دن سرمہ لگانا کہ یہ علی الاطلاق سنت ہے اور بسبب خصوصیت کے بدعت ہے پھر امام نے کہا کہ بعض متاخرین نے
مشائخ مغرب سے یہ کہا کہ جس دن وہ لوگ مرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اس دن خیر و برکت
اور نورانیت کی توقع بہ نسبت دوسرے ایام کے زیادہ کی جاتی ہے پھر امام نے کہا کہ زمانہ سلف میں یہ
طریقہ جاری نہ تھا بلکہ یہ مستحبات متاخرین سے ہے جب یہ بات معلوم ہو چکی تو سمجھنا چاہئے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی

صراط المستقیم میں لکھتے ہیں نہ پندارند کہ نفع رسانیدن بہ اموات بہ اطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ این معنی بہتر و افضل یہانتک کہا کہ موقوف بر طعام نہ گزارد اگر میسر باشد بہتر ست و الا صرف ثواب سورہ فاتحہ و اخلاص بہترین ثواب ہاست مولوی محمد اسحاق دہلوی نے مسائل اربعین میں ہیأت مجموعی کو یعنی قرار دحفاظ کا اکٹھا جمع ہو کر قرآن شریف پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے مولوی قطب الدین دہلوی نے باوجود ادعائے خلاف مصنف مائۃ المسائل کے رسالہ تحفۃ الزوجین میں اپنے استاد کی خلاف لکھا ہے اور قائل جواز فاتحہ و درود کے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں فاتحہ و درود ایسی جا پڑھنی چاہئے کہ پاک ہو نجاست ظاہری اور باطنی سے انتہی سبحان اللہ فاتحہ و درود اور قبر پر جمع ہونا مولوی اسمٰعیل کے نزدیک تو جائز ہوا اور مولوی اسحاق کے نزدیک ناجائز اور انکے خلیفہ و نائب کے نزدیک جائز غرض جتنے آدمی ہیں اتنی زبانیں ہیں بہرحال اس امر میں شبہہ نہیں ہے کہ اکابر وہابیہ کے کلام سے فاتحہ و درود کا جواز ظاہر ہوتا ہے گو انکے کلام میں باہم نہایت تخالف و تضاد ہے جس سے کسی امر پر پورا اطمینان نہیں ہو سکتا

تیسرا باب فقہا کے اقوال میں

صاحب نصاب الاحتساب نے ستّرھویں باب میں بہت سے وجوہ ایسے پیش کئے ہیں جنکو ایسے امور کی عدم جواز سے تعلق ہے جو سوم کو کئے جاتے ہیں چونکہ وہ وجوہ ظاہر البطلان ہیں اسلئے میں نے مناسب خیال کیا کہ ایک ایک وجہ کو بیان کر کے اسکی جواب پیش کروں نصاب الاحتساب کی کچھ خطا نہیں وجوہ پر منحصر نہیں ہے بلکہ الفاظ میں اکثر جا خطائیں واقع ہیں مجھکو اپنے زمانہ کے بعض علماء پر افسوس آتا ہے جنہوں نے عدم جواز کے نتیجہ میں نصاب کے وجوہ باطلہ سے استدلال کیا ہے پہلی وجہ اس مجمع میں سجدہ تلاوت ترک ہوتا ہے شرح طحاوی کبیر میں لکھا ہے کہ تلاوت قرآن میں عام ازینکہ نماز میں ہو یا نماز سے خارج سجدہ تلاوت ترک کرنا مکروہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ یعنی ان

لوگوں پر جب قرآن شریف پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے ہیں تو تلاوت کیوقت ترکِ سجدہ پر انکی
مذمت فرمائی ہے اگر کوئی کہے کہ یہ حکم صرف ترک پر ہے اور تلاوت کرنیوالے تو بعد تلاوت کے سجدہ کرتے ہیں
تو ترک نہوا بلکہ تاخیر ہوئی۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ وقت تلاوت کے ترک سجدہ کرنا مطلق ہے بعد تلاوت سجدہ
کیا یا نہ کیا وقتِ تلاوت تو تارکِ سجدہ ضرور ٹھہرا اور مکروہ ضرور ہوا اور مطلق تاخیر نماز میں ہو یا نماز کے
خارج ہو مکروہ ہے فقط۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس وجہ سے کراہت مجمع سوم کی لازم نہیں آتی اگر سجدہ فی الفور
واجب ہو جاتا ہے تو یہ حکم کرنا چاہیے کہ علی الفور سجدہ کیا کریں۔ شرح طحاوی کی عبارت جو لکھی گئی
وہ بے نظر سے نہیں گذری بلکہ شرح طحاوی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بفور استماع
آیتِ سجدہ کے سجدہ نہیں کیا عبارت شرح طحاوی کی یہ ہے یَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ تَرْکُ النَّبِیِّ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ السُّجُوْدَ فِیْهَا حِیْنَئِذٍ لِاَنَّہٗ کَانَ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ فَلَمْ یَسْجُدْ لِذٰلِكَ
درمختار میں ہے وَھِیَ عَلَی التَّرَاخِیْ عَلَی الْمُخْتَارِ وَیُکْرَہُ تَاْخِیْرُھَا تَنْزِیْهًا یعنی سجدہ تلاوت میں مذہب
مختار یہ ہے کہ وجوب اسکا بالتراخی ہے اور تاخیر میں کراہت تنزیہی ہے صاحب ردالمحتار نے اسکی وجہ یہ
لکھی ہے کہ طول زمان کی وجہ سے کبھی آدمی سجدہ تلاوت کو بھول جاتا ہے وَلَوْ کَانَتِ الْکَرَاهَةُ تَحْرِیْمِیَّةً
لَوَجَبَتْ عَلَی الْفَوْرِ وَلَیْسَ کَذٰلِكَ یعنی اگر کراہت تحریمی تھی تو علی الفور سجدہ واجب ہوتا اور
ایسا نہیں ہے جب علی الفور سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا تو اگر مجمع سوم میں سجدہ تلاوت نہ کیا گیا تو
اس سے کراہت تحریمی لازم نہیں آتی خصوصاً ایسی صورت میں کہ فقہا نے کراہت تحریمی کا انکار کیا ہے موطا کی
امام مالک میں ہشام بن عروہ عن ابیہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے جمعہ کے دن منبر پر آیت سجدہ پڑھی
اور خود منبر سے اتر کے سجدہ کیا انکے ساتھ تمام حضار نے سجدہ کیا پھر دوسرے جمعہ کو وہی آیت پڑھا
لوگ سجدہ کرنیکو آمادہ ہوئے حضرت عمرؓ نے منع کیا اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَکْتُبْهَا اِلَّا اَنْ نَّشَاءَ
فَلَمْ یَسْجُدُوْا وَمَنَعَهُمْ اَنْ یَّسْجُدُوْا اگر علی التراخی سجدہ مکروہ ہوتا تو حضرت عمرؓ ضرور

سجدہ کرتے اور حضار کو منع نہ فرماتے **دوسری وجہ** مصیبت کے لئے مسجد میں بیٹھنا مکروہ ہے اور فقیہ ابو اللیث لکھتے ہیں مکروہ نہیں ہے تجنیس و مزید میں ہے اگر گھر وغیرہ میں ہو تو مکروہ نہیں ہے اور افضل ہے ترک کرنا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جب فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے جائز کہا ہے اور اس دعوی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر استدلال کیا ہے تو اسکے جواز میں کسیطرح کا شبہہ نہیں بستان فقیہ ابو اللیث سمرقندی میں ہے لَا بَأْسَ لِاَهْلِ الْمُصِيبَةِ اَنْ يَّجْلِسُوْا فِي الْبَيْتِ اَوْ فِي الْمَسْجِدِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَالنَّاسُ يَاْتُوْنَهُمْ وَيُعَزُّوْنَهُمْ وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ لَمَّا بَلَغَهٗ خَبَرُ قَتْلِ جَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَزَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ يَاْتُوْنَهٗ وَيُعَزُّوْنَهٗ یعنی اس بات میں مضائقہ نہیں ہے کہ اہل مصیبت گھر میں یا مسجد میں تین دن تک بیٹھیں اور لوگ آکر انکی تعزیت کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب آپکو خبر قتل جعفر بن ابیطالب و زید بن حارثہ بن رواحہ کی پہنچی تو آپ مسجد میں بیٹھے لوگ آکر تعزیت کرتے تھے رد المحتار میں ہے کہ آپکو بیٹھنے سے تعزیت مقصود نہ تھی مگر صاحب رد المحتار نے اسپر کوئی دلیل پیش نہیں کی صاحب رد المحتار نے امداد سے نقل کیا ہے کہ متاخرین اکثر ائمہ کا یہ قول ہے کہ صاحب میت کے پاس اجتماع مکروہ ہے اور اسکو اپنے گھر میں بیٹھنا مکروہ ہے تاکہ لوگ تعزیت کیلئے آئیں بلکہ دفن کے بعد لوگوں کو چاہئے کہ متفرق ہو جائیں اور اپنے کاموں میں لگ جائیں صاحب میت بھی اپنے دھندے میں لگ جائے پھر صاحب رد المحتار لکھتے ہیں کہ یہ کراہت اہل میت کی مسجد میں بیٹھنے سے اور قرآن پڑھنے سے اور بعد فراغ کے کھڑے ہونے اور لوگوں کے تعزیت کرنے سے جیسا کہ دستور ہے زائل نہیں ہوتی اسلئے کہ اس جلوس سے تعزیت مقصود ہوتی ہے قرآن کا پڑھنا مقصود نہیں ہوتا میرے خیال میں فقیہ ابو اللیث کی تحریر جو متمسک بالحدیث ہے نہایت صحیح اور قابل عمل ہے میں اسکی مکروہ تنزیہی کہنے میں بھی تامل کرتا ہوں **تیسری وجہ** ایام تعزیت میں فرش کرنا بہت ہی قبیح ہے یہ مطلق ہے گھر یا قبرستان کیساتھ خاص نہیں ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کیوں آخر

کسی چیز کے قبیح ہونیکا دعوی کیاجاتا ہے تو کوئی دلیل بیان کیجاتی ہے فرش کے بچھانے میں کیا
قباحت ہے ہزاروں لاکھوں آدمی فرش پر بیٹھنے کے عادی ہوتے ہیں تو انکے بیٹھنے کے لئے فرش بچھایا
جائیگا تو کیا گوبر زمین پر لیپا جائیگا **چوتھی وجہ** وقت پڑھنے قرآن شریف کے جو لوگ آتے ہیں انکی
تعظیم کے لئے اٹھنا حرام ہے باپ اور استاد کی تعظیم کے لئے اٹھنا جائز ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ قرآن شریف
کے پڑھتے وقت آنیوالونکی تعظیم کو کوئی نہیں اٹھتا ہے اگر احیانا کوئی اٹھے تو اسے روکنا و باز رکھنا
چاہئے اور نفس قیام تعظیمی حرام نہیں ہے کیونکہ خود آپنے فرمایا ہے قوموا الی سیدکم اسکی تصریح ہمنے رسالہ
صیانۃ الایمان عن قلب الاطمینان میں لکھی ہے **پانچویں وجہ** قرآن شریف بطرز جدید بہ تغییر
نظم قرآن بطریق غنا پڑھنا و سننا حرام ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جیسے مجمع میں قرآن شریف پڑھا جاتا ہے اس سے
نظم قرآن میں تغیر نہیں آیا اور نہ یہ صورت غنا کی ہے کسی خوش آواز کا لہجہ حجاز یا مصر میں قرآن
شریف کا پڑھنا یا اسکا سننا ہرگز حرام نہیں ہے کیا ضرور ہے کہ قرآن کسی مجمع میں ایسی آواز سے پڑھا جاوے
جس سے سامعین کو ایک قسم کی پریشانی حاصل ہو **بیت** گر تو قرآن بدین نمط خوانی ٭ ببری رونق مسلمانی ٭
چھٹی وجہ آتشدان جسپر باز وغیرہ جانداروں کی شکل بنی ہوتی ہے وہاں دھری جاتی ہیں مکروہ ہے اس جگہہ
کوئی فرشتہ نہیں آتا ہے اگر کوئی کہے کہ آتشدان میں تصویر نہو تو کیا کراہت ہے محیط کے باب الجنائز میں
لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ پر تشریف لیگئے دیکھا کہ ایک عورت آتشدان لیے ہوے
ارہی ہے اسپر آپنے خفگی فرمائی اور اسے ٹلوادیا تو اگر تصویر بھی ہو تو دو وجہ ہیں ورنہ تصویر نہو تو ایک
ہی وجہ ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ آتشدان ایک ہو نسے جسمیں خوشبو جلائی جاتی ہے کیا مضائقہ ہے آخر مردہ کو
خوشبو لگائی جاتی ہے اور جب یہ بات تسلیم کیگئی کہ مجمر میں تصویر تھی اسلئے نہی فرمائی گئی تو نفس مجمر کے
ہونیسے جسمیں تصویر نہو کچھ قباحت نہیں نہ ایک قباحت نہ دو قباحت اور اگر خواہ مخواہ نفس مجمر کا
ہونا منہی عنہ ہے تو اسکو منع کرنا چاہئے **ساتویں وجہ** جب صاحب مجلس تلاوت سے فارغ ہوتا ہے تو

اور روں سے پارہ لے لیتی ہیں اسمیں قرآن شریف کے پڑھنے سے بلحاظ لوگونکے رتبہ کے منع کرنا ہی اس طور پر
کارِ خیر سے روکنا بہت برا کام ہی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جب ایک ختم یا کئی ختم ہو جاتے ہیں یا پڑھتے ہیں
اسقدر وقت آجاتا ہی جسکی نسبت یہ خیال ہوتا ہی کہ اگر قرآن کے پارے یا قرآن نہ لے لئے جاویں تو حافظین کو
تکلیف ہوگی اسوقت جسقدر پڑھا گیا اسپر قناعت کرتے ہیں اور قرآن یا قرآن کے پارے لے لئے جاتے ہیں
اسمیں رتبہ کا لحاظ نہیں کیا جاتا البتہ ضرورت کا اور لوگونکی تکلیف کا خیال کیا جاتا ہے تو یہ کسیطرح محذور
نہیں ہوسکتا آٹھویں وجہ عورتیں زیارت کے لئے آتی ہیں جو شرع کے خلاف ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اگر
تسلیم کر لیں کہ کہیں عورتیں زیارت کے لئے آتی ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے پہلے عورتوں کو زیارت قبر کیلئے
ممانعت کی گئی تھی پھر انکو اجازت دیگئی البتہ بعض اہلِ علم عورتونکی زیارت کو اسوجہ سے مکروہ خیال
کرتے ہیں کہ انمیں صبر کم ہوتا ہے یہ بے چین ہو کے روتی ہیں چنانچہ ترمذی نے اسکی تصریح کی ہی نویں وجہ
قبر پر گانا اور ناچنا حرام ہے اسکا جواب یہ ہے کہ قبر پر نہ کوئی گاتا ہی نہ ناچتا ہے آدمی کے مرنے سے جسکو
مرے ہوے بہت دن نہیں ہوتے ہیں لوگونکے دلوں پر رنج کا غبار بھرا رہتا ہے یہ ناچنے اور گانیکا کونسا وقت ہے
اگر چنانچہ کوئی ناچنے یا گانیکا قصد کرے تو وہ مجنون سمجھا جائیگا اور کوئی شخص خصوصاً قرابتی میت اسے
کب وار کھینگے دسویں وجہ صریح جھوٹھ بولنا کہ اہلِ میّت کی خاطر سے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ
ہم اللہ تعالیٰ کیلئے میّت کی زیارت پر آئے ہیں اگر کوئی کہے کہ یہ امر کیونکر معلوم ہوا یہ امر تو باطنی ہی
تو ہم کہتے ہیں کہ اسکی کئی علامتیں ہیں پہلی علامت یہ ہے کہ تونگر بدکار کی قبر پر بہ نسبت قبرِ صالح کے
بہت بار آتے ہیں اگر یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا صالح کی قبر پر زیادہ جاتے دوسری علامت یہ ہے کہ اگر
کوئی قبرِ میت پر نہ آئی تو اولیاء میت کو رنج ہوتا ہی اگر انکی خاطر سے آنا نہوتا تو انکو رنج نہوتا تیسری
علامت یہ ہی کہ جو کوئی آتا ہی اسکا عذر قدوم کرتے ہیں اور اسکا احسان اپنے اوپر لیتے ہیں اگر اللہ کیلئے ہوتا تو
اسکی ضرورت کیا تھی۔ اسکا جواب یہ ہی کہ ہم ایسی نہیں مانتے کوئی شخص کچھ نہیں کہتا سب کو موت کا تصور رہتا ہے

سنّاٹے کے عالم میں رہتی ہیں تقدیر تسلیم جو لوگ اہل میت کی خاطر سے آتے ہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ
انکی خاطر سے آئے مثل مشہور ہے قاضی کی لونڈی مری سارا شہر آیا قاضی جی مرے کسی نے پوچھا تک نہیں
جو لوگ صرف بنظرِ ثواب کے آتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بنظرِ ثواب آئے یہ بھی ہم ہرگز نہیں مانتے کہ تونگر بدکار
کی قبر پر زیادہ مجمع ہوتا ہے بہ نسبت قبر صالح کے مجھے اکثر صلحا کی قبر پر حاضر ہونیکا اتفاق ہوا میں نے یہاں کے
مجمع کو تونگرانِ بدکار کے مجمع سے کہیں بڑھا ہوا پایا۔ ہاں تونگروں کی قبروں پر فقرا کا بڑا مجمع ہوتا ہے
اسوجہ سے کہ وہاں خیرات زیادہ ہوتی ہے میں اس بات کو بھی نہیں مانتا کہ اگر کوئی قبر پر نہ آوے تو اولیاء
میت کو رنج ہوتا ہے اگر واقعی رنج ہوتا ہے تو اسوجہ سے کہ مسلمانونکی یہ شان ہے کہ رنج وغم میں ایک دوسرے
کے شریک ہیں اور یہ بات تو نہایت عمدہ ہے کہ جو شخص آوے اُسکا عذرِ قدوم کیا جاوے اور اسوجہ سے کہ وہ اسکے
رنج میں شریک ہوا اور اُسنے اپنا عزیز وقت ایصالِ ثواب میں صرف کیا اُسکا شکریہ ادا کیا جاوے یہی خیر
ہے جسمیں حقوقِ عباد و حقوقِ اللہ تعالے دونو ملے جلے ہیں اور حقوقِ عباد کی تعلق سے حقوق اللہ تعالی
کی نفی نہیں ہو سکتی **گیارھویں وجہ** قبر پر بیٹھ کے کھاتے پیتے ہیں جو ممنوع ہے اسکا جواب یہ ہے کہ
قبرستان میں قبروں پر بیٹھ کے نہ کوئی کھاتا ہے نہ پیتا ہے معلوم نہیں صاحب نفعلے نے یہ طریقہ کس
ملک کا بیان کیا ہے **بارھویں وجہ** درختوں کے پتّے توڑ کر درختونکی صورت بناتے ہیں اور قبر کے گرد
آراستہ کرتے ہیں اور بے حاجت ہری گھانس کا کاٹنا حرام ہے اور رات کے وقت گھانس کا اکھاڑنا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ میں نے اپنی سیاحت ممالک دور دراز میں کہیں
یہ طریقہ نہیں دیکھا نہ کسی سے سنا میرے خیال میں یہ بات نہیں آتی کہ پتّوں سے درختونکی صورت کیونکر بناتے
ہیں اور اسکا فائدہ کیا ہے **تیرھویں وجہ** قاری لوگ ختم سے پہلے یا اسکے بعد قرآن شریف گا گا کر
پڑھتے ہیں اور اہل ماتم لوگونکی تعظیم و تواضع میں مشغول رہتے ہیں تو ایسے لوگوں پر جو اس کام میں
لگے ہوں قرآن شریف پڑھنا مکروہ ہے اور محیط میں لکھا ہے امام صاحب کے نزدیک قبر پر قرآن پڑھنا

مکروہ ہے اور امام کہتے ہیں کہ مکروہ نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہ شرح الاوراد میں ہے ہمارے مشائخ امام محمدؒ کے قول پر عمل کرتے ہیں صدر شہید اور شیخ جلیل ابوبکر بن محمد بن الفضل کہتے ہیں کہ قبر پر قرآن شریف پکار کر پڑھنا مکروہ ہے اور آہستہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے اور شیخ محمد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ قبر پر سورہ ملک پڑھنا مضائقہ نہیں ہے آہستہ پڑھی یا پکار کر پڑھے اور دوسری سورت قبر پر نہ پڑھی جائے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جب قرآن شریف پڑھا جاتا ہے سب لوگ اسے سنتے ہیں ایسے وقت میں کوئی کسی کی تواضع و تعظیم نہیں کرتا اگر جیا نا تواضع و تعظیم کرے تو اسی منع کرنا چاہئے اور جب امام محمد کے قول پر فتویٰ ہے تو پھر اعتراض کیا یہاں جسقدر روایات ذکر کی گئیں کوئی مفید مدعائے صاحب نصاب نہیں ہیں چودھویں[۱۴] وجہ جامع مسجد میں بعضے قاری پکار کر پڑھتے ہیں یہ مکروہ ہے اور بعضے عالم کہتے ہیں کہ جامع مسجد میں قرآن کا ختم کرنا کہ اسکو سیپارہ پڑھنا کہتے ہیں مکروہ ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ مینے جہانتک دیکھا ہے تیجے میں سب لوگ آہستہ قرآن پڑھتے ہیں اگر جیا نا کوئی شخص آواز بلند کرکے پڑھے اسے منع کرنا چاہئے پندرھویں[۱۵] وجہ بروز سوم خوشبو لگانے میں عورتوں کی ساتھ مشابہت ہے عورتونکو سوا اپنی خاوند کے تین دن سے زیادہ دوسرے کا سوگ کرنا حرام ہے، تو چاہئے کہ بروز سوم خوشبو لگائی تاکہ تین دن سے سوگ بڑھ نہ جاوے چوتھی دن خوشبو لگائی گئی تو تین دن سے بڑھ جائیگا جو حرام ہے اُم حبیبہؓ نے اپنے باپ ابوسفیان کے مرنے پر بروز سوم خوشبو لگائی اور کہا مجکو اسکی کچھ حاجت نہ تھی پر مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسلمان عورت کو تین دن سے زیادہ سوگ کرنا حرام ہے مگر اپنے خاوند پر چار مہینے دس روز سوگ کریگی صاحب نصاب اپنی رائے یوں ظاہر کرتے ہیں کہ رسم جاری ہے کہ بروز سیوم گلاب ملتے ہیں تو اس سے پرہیز ضرور ہے نہ اس سے کہ خوشبو ہے بلکہ اس سے کہ عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے جیسی مہندی گو وہ خوشبو ہے پر عورتوں سے مشابہت ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ مرد تو خوشبو تیجے کو نہیں لگاتے البتہ گلاب کے پھول یا پنکھڑیاں عود و عنبر کی بیاں میں ڈالتے ہیں جو مباح امر ہے وسیلۃ النجات میں لکھا ہے فی عُمدۃِ الفتاوی اَمّا اتخاذُ الورقِ وَالعُودِ وَالعَنبرِ

یَوْمَ الثَّالِثِ فَمُبَاحٌ هٰکَذَا فَعَلَتْ اِمْرَءَۃُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ وَ بِنْتُہُ الْمَعْرُوْفَۃُ بِاُمِّ ھَانِیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فِیْ یَوْمِ الثَّالِثِ فَمِنْ ذٰلِکَ جَرَتِ الْعَادَۃُ فِیْ کُلِّ تَعْزِیَۃِ الْمُسْلِمِ کَذَا فِی الْمُفَرَّقِ لِلْاِمَامِ الْبَزْدَوِیْ یعنی عمدۃ الفتاوی میں ہو کہ اُٹھانا گلاب عود و عنبر کا تیسرے روز مباح ہی ایسا ہی کیا ہی تیسرے روز میں عمر بن عبدالعزیز کی بی بی و لڑکی نے جنکو ام ہانی کہتے تھے رضی اللہ عنہما اسیوقت سے ہر تعزیت میں مسلمانوں میں عادت جاری ہو گئی ایسا ہی ہے مفروق میں جو امام بزدوی کی تالیف ہے یہ فعل اس قسم کا نہیں ہے جسمیں عرس سے مشابہت پائی جاتی ہو سولھویں[۱۶] وجہ تعریف کرنیوالا اُٹھ کر میت کی ایسی تعریف کرتا ہی جو اُسنے کبھی نہیں کیا تھا یہ جھوٹھ ہی اور جھوٹھ کا سننا حرام ہے اسکا جواب یہ ہی کہ ہندوستان کسی قطعہ میں اسکا رواج نہیں ہے اگر کسی ملک میں کوئی شخص اس قسم کی تعریف کرتا ہو تو اسی منع کرنا چاہیے سترھویں[۱۷] وجہ یہ معرف جو بیتوں کے پاس کھڑا ہوتا ہے اور کھڑے کھڑے سورۂ اخلاص تین بار اور سورۂ فاتحہ پڑھتا ہی اور سب اُسکے روبرو بیٹھے ہوتے ہیں تو بہت بدعت ہے اور کسی سلف سے منقول نہیں ہے اور مدعی پر واجب ہے کہ اسکا ثبوت لائے ثابت کیونکر ہو سکتا ہی کہ اسمیں توقرآن شریف کی اہانت ہے کہ دیکھ قاری گویا ان لوگوں کا جو صدر میں ہوتے ہیں خادم معلوم ہوتا ہی اور انکی طرف متوجہ ہو کر پڑھتا ہے قبلہ رو ہوتا نہوا ور اپنے ہاتھ اسیطرح رکھتا ہے جیسا نماز میں رکھتا ہی اور جب اسکو حکم ہوتا ہے تو مثل رکوع جھکتا ہی کہ یہ خدمت ہو لی ہی کہ ان لوگوں کے سامنے بجا لاتا ہے جو اپنی عزت وجاہ پر مغرور ہو کر بیٹھتے ہیں پھر وہ اپنے اس پڑھنے پر اہل میت سے اُجرت مانگتا ہی کہ وہ اس کام پر مزدور مقرر ہے اور جو عادت ہو معقود علیہ ہے اسکا جواب یہ ہی کہ ہندوستان کے کسی شہر یا قصبہ یا دیہات میں یہ طریقہ نہیں دیکھا اور نہ کسی سے سنا اگر کسی ملک میں کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو اُسی منع کرنا چاہیے۔ اٹھارھویں[۱۸] وجہ قبر پر حریر جلاس کی قبر پوش ڈالتے ہیں اگر میت اپنی زندگی میں یہ لباس پہنتا تھا تو یہ امر شاہد ہوا کہ وہ زندگی میں

فاسق فاجر تھا اور مرنیکے بعد بھی اس جرم کے ساتھ اسکا ذکر اور اسکی یادگار رہی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ
تیجے کو چادر طلس کی ڈالنے سے کیا تعلق ہے نہ کسی سے سنا نہ دیکھا اگر کوئی ایسی حرکت کرتا ہو تو اسے منع کرنا چاہیے
انیسویں[19] وجہ صالحین کی قبر پر کپڑوں پر سورۂ اخلاص لکھکر ڈالتے ہیں اور قرآن شریف کا
زمین پر ڈالنا بدعت ہے اور باعث ابتذال ہے اور قرآن شریف کا مبتذل کرنا عذاب الٰہی کا سبب ہے
اسکا جواب یہ ہے کہ اس وجہ کو تیجے کے عدمِ جواز میں کچھ دخل نہیں اور صالحین کے قبر پر اطلاق زمین کا عرف میں
نہیں ہوتا اور قرآن شریف کا یا کسی سورت کا قبر پر رکھنا باعثِ ابتذال نہیں خیال کیا جاتا الحاصل ایسے دلائل سے
افعال تیجے کے ناجائز نہیں ہو سکتے جنکی اباحت یا استحباب میں شبہ نہیں **بیسویں[20] وجہ** مجلس میں
قرآن شریف لاکر رکھتے ہیں اور صاحبِ مجلس کی انتظار میں نہیں پڑھتے اگر حاضرین پڑھنے میں مبادرت کریں
اور صاحبِ مجلس آگیا تو اُن پر خفا ہوتا ہے کہ میرا انتظار نہ کیا اسمیں میری عزت و رتبہ کی خفت و اہانت ہے یہ کام
صرف نفسِ امارہ بالسوء کا ہے ایسی مجلس میں آنے سے اسکے گناہ پر اعانت ہوتی ہے اگر یہ لوگ آئیں تو صاحبِ مجلس
اپنا رتبہ و عزت ظاہر کریگا اور گناہ پر اعانت کرنا منع ہے کیا اس صاحبِ مجلس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ قرآن
شریف پڑھنے سے منع کرنا کافروں کی عادت ہے اگر یہ کہو کہ حاضرین یاد پڑھ سکتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ قرآن
شریف دیکھکر پڑھنا عبادت ہے اور قرآن شریف ہاتھ میں لینا بھی عبادت ہے تو صاحبِ مجلس انکو ان دو
عبادتوں سے منع کرتا ہے اور قرآن شریف مجلس میں لانا اور یونہی رکھدینا اور نہ پڑھنا قرآن شریف
کی اہانت و خفت ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ انوکھی بات ہے اگر کوئی شخص قرآن شریف کے پڑھنے میں سب سے
اقدام کرتا ہے تو صاحبِ مجلس اسوجہ سے شکریہ ادا کرتا ہے کہ اسنے ایصالِ ثواب میں پیش قدمی کی اور لوگوں کو
ترغیب دی کسی صاحبِ مجلس کو اسکی شکایت نہیں ہوتی کہ ایصالِ ثواب کے امر میں کیوں پہلے اقدام کیا گیا یہ
بات ظاہر ہے کہ اگر کسینے انتظار نہ کیا اور قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا تو صاحبِ مجلس کی کیا خفت و
اہانت ہوئی اور اسکے رتبہ و عزت میں کیا فرق آگیا ایسی صورت میں اسکی ممانعت کی کوئی وجہ نہیں

پائی جاتی میرے خیال میں یہ ایک فرضی صورت ہے جو قابل لحاظ نہیں ہے بالفرض اگر کوئی صاحب مجلس جہالت سے اپنے ناجائز امر کا ارتکاب کریں تو انکو نصیحت کردی جائے **اکیسویں وجہ** جبکہ کسی مکان سے قبرستان دور ہوتا ہے تو طلوع فجر کے بعد نماز فجر سے پہلے چلتے ہیں تاکہ سب برابر یہاں پہنچیں یہہ مکروہ ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ ایک فرضی صورت ہے یہہ کچھہ ضرور نہیں کہ قبرستان ہی میں سیوم ہو کبھی مکان میں کبھی کسی مسجد میں کبھی قبرستان میں سوم کیا کرتے ہیں سات ساڑھے سات بجے سے قرآن خوانی شروع ہوتی ہے ساڑھے نو بجے فراغت پاتے ہیں جب ایسا وقت وسیع ہے پھر کسیکو کیا پڑی ہے کہ عبث اپنی زحمت آپ پر گوارا کرے **بائیسویں وجہ** نماز کے لئے منتظر رہنا مستحب ہے اور بروز دوم یا سوم زیارت کیلئے آنیسے نماز اشراق کا انتظار آدمی نہیں کرسکتا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ایک خیالی امر ہے وقت زیارت کا ایسا وسیع رکھا گیا ہے کہ جو لوگ نماز اشراق کے پابند ہیں وہ اچھی طرح سے فارغ ہوکے شریک ہوسکتے ہیں جنکے پاس گاڑی بگھیاں ہوتی ہیں وہ آٹھہ بجے اگر سوار ہوں تو میل دو میل کے فاصلہ پر پہنچکے شریک زیارت ہوسکتے ہیں۔ **تئیسویں وجہ** زیارت کے تیسرے دن قبر پر چادر کپڑے کی ڈالتے ہیں جو بالکل شروع نہیں ہے نہ مردونکے لئے اور بعد پٹاؤ کے عورتوں کے لئے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اگر کہیں چادر ڈالتے ہیں تو اس سے منع کرنا چاہئیے بشرطیکہ اسکی ممانعت صریحا ظاہر کیجاوے۔ اب فقہاء کے اقوال مذکور ہوتے ہیں شرح منہاج امام نووی میں ہے۔ اَلْاِجْتِمَاعُ عَلَی الْمَقْبَرَۃِ فِی الْیَوْمِ الثَّالِثِ وَتَقْسِیْمُ الْوَرْدِ وَالْعُوْدِ وَاِطْعَامُ الطَّعَامِ فِی الْاَیَّامِ الْمَخْصُوْصِ کَالثَّالِثِ وَالْخَامِسِ وَالتَّاسِعِ وَالْعِشْرِیْنَ وَالْاَرْبَعِیْنَ وَالشَّهْرِ السَّادِسِ وَالسَّنَۃِ بِدْعَۃٌ مَمْنُوْعَۃٌ یعنی مقبرہ پر تیسرے دن جمع ہونا اور گلاب کا پھول و عود تقسیم کرنا اور تیسرے پانچویں نویں بیسویں چالیسویں دن اور چھہ ماہی برسی کا کھانا کھلانا بدعت ممنوعہ ہے جو لوگ اس عبارت سے احتجاج کرتے ہیں انکی تصحیح نقل مطلوب ہے منہاج کی بہت سے شروح ہیں انمیں کہیں اس عبارت کا پتہ نہیں لگتا بلکہ شافعیہ کی دوسری معتبر کتابوں میں بھی

باوجود تجسس کے یہ عبارت نظر نہیں آتی پھر ایسی مجہول عبارت کسطرح سی مسلّم ہو گی بتقدیر تسلیم
اس عبارت سے استدلال نہیں ہو سکتا اسلئے کہ طعام طعام کو ایام مخصوصہ میں جو بدعت ممنوعہ کہا ہی اس سے
ایصالِ ثواب کے لئے کھانا پکانا مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اہلِ میت کھانا پکاکر لوگونکو اسپر جمع کریں اور
کراہت کی علت جریر کی حدیث ہے تعیین تاریخ کو اسمیں کچھہ دخل نہیں چنانچہ خطیب شربینی نے
مغنی المحتاج شرح المنہاج میں لکھا ہی قَالَ ابْنُ الصَّبَّاغِ وَغَیْرُهٗ اَمَّا اِصْلَاحُ اَھْلِ الْمَیِّتِ طَعَامًا
وَجَمْعُ النَّاسِ عَلَیْهِ فَبِدْعَةٌ غَیْرُ مُسْتَحَبَّةٍ رَوٰی اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ عَنْ
جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ کُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ اِلٰی اَھْلِ الْمَیِّتِ وَصُنْعَھُمُ الطَّعَامَ مِنَ النِّیَاحَةِ

یعنی کہا ابن الصباغ وغیرہ نے کہ اہلِ میت کا کھانا پکانا اور اسپر لوگونکو جمع کرنا بدعت غیر مستحبہ ہے
روایت کی ہی امام احمد اور ابن ماجہ نے باسنادِ صحیح جریر بن عبد اللہ سی کہ ہم لوگ شمار کرتے تھی مجتمع
ہونے کو اہلِ میت کے پاس اور انکو کھانے کو نوحہ سی ایصالِ ثواب کے لئے کھانا پکانا مستحب ہے چنانچہ شیخ ابن حجر
مکی شافعی نے اپنی فتاوی میں اسپر اجماع نقل کیا ہی اور تیسرے روز قبر پر مجتمع ہونا اور پھول وغیرہ تقسیم کرنا جو بدعت
کہا گیا تو یہ سمجھہ لینا چاہئے کہ ہر بدعت قبیح نہیں ہوتی اسلئے کہ بدعت میں احکامِ خمسہ جاری ہوتے ہیں آخر عدمِ
استحباب کی کوئی وجہ ہونی چاہئے علاوہ بریں قبر پر مجتمع ہونا مطلقًا بدعتِ سیئہ نہیں ہے چنانچہ ابن حجر
مکی نے تحفہ میں لکھا ہے یُسَنُّ کَمَا نَصَّ عَلَیْهِ قِرَاءَةُ مَا تَیَسَّرَ عَلَی الْقَبْرِ وَالدُّعَاءُ لَهٗ فَالْبِدْعَةُ
اِنَّمَا ھِیَ فِیْ تِلْكَ الْاِجْتِمَاعَاتِ الْحَادِثَةِ دُوْنَ نَفْسِ الْقِرَاءَةِ وَالدُّعَاءِ عَلٰی اَنَّ مِنْ تِلْكَ
الْاِجْتِمَاعَاتِ مَا ھُوَ مِنَ الْبِدَعِ الْحَسَنَةِ کَمَا لَا یَخْفٰی ؁ یعنی سنت ہے
چنانچہ نص کیگئی ہی کہ قبر پر جسقدر ہو سکے قرآن پڑھے اور دعا کرے بدعت وہ چیزیں ہیں جو بعد جمع ہونے کے
لوگ کیا کرتے ہیں نفسِ قرأۃ و دعا بدعت نہیں علاوہ اسکے لوگ جو جمع ہوتے ہیں تو یہی کام بھی کرتے ہیں جو بدعت
حسنہ ہیں غرض یہ ہے کہ لوگ جب جمع ہوتے ہیں یہی کام بھی کرتے ہیں اور جو کام بھی نفسِ اجتماع پر حکم

حرمت کا نہیں ہو سکتا البتہ بری کام کو برا اور اچھے کام کو اچھا اور تعیین تاریخ سے بھی نہیں برائی نہیں آتی
فتاوی طبنداوی میں جو شافعیہ کے معتمد فتاوی سے ہے لکھا ہے ولا باس بالجمعیۃ التی تعمل فی کل سنۃ
یعنی مضائقہ نہیں ہے وہ اجتماع جو ہر سال ہوتا ہے فتاوی بزازیہ میں ہے یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم
الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ
الدعوۃ لقراءۃ القرآن وجمع الصلحاء والفقراء للختم او لقراءۃ سورۃ
الانعام والاخلاص یعنی پہلے اور تیسرے دن اور بعد سات دن کے کھانا پکانا اور کھانے کا قبر
کے پاس اعراس میں لیجانا اور قرآن پڑھنے کی دعوت کرنا اور صلحاء وفقراء کو ختم کے لئے یا سورہ انعام و
اخلاص پڑھنے کے لئے جمع کرنا مکروہ ہے ہم کہتے ہیں کہ اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ایصال ثواب کے لئے دن کی تخصیص
مکروہ ہے فتاوی بزازیہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ ضیافت کی نسبت لکھا ہے چنانچہ فتاوی بزازیہ میں آگے چل کے
لکھتے ہیں والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءۃ القرآن لاجل الاکل یکرہ
وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا یعنی حاصل یہ ہے کہ دعوت مسلمانوں کی قراءۃ قرآن کے وقت کھانے کے
لئے مکروہ ہے اگر فقراء کیلئے کھانا کھلائے تو بہتر ہے ستملی میں بزازیہ کی عبارت لکھ کے لکھتے ہیں ولا یخلو
عن نظر یعنی یہ نظر سے خالی نہیں ہے تقریر نظر کی ظاہر ہے اسلئے کہ جب صدقہ عن المیت ثابت ہے تو پہلے یا
تیسرے دن اگر کھانا پکایا جاوے تو کیا مضائقہ ہے یا قبر کے پاس اگر اعیاد میں لیجائیں تو کیا حرج ہے اور
فقراء وصلحاء کو کھلائیں تو کیا مضائقہ ہے ہاں خاص کر کے قراء کی دعوت البتہ ایسی ہے جسے مکروہ کہہ سکتے ہیں
بشرطیکہ کراہت کی کوئی وجہ پائی جائے فتاوی قاضی خاں کی عبارت میں اسکی تصریح موجود ہے
ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانھا ایام تاسف فلا یلیق بھا ما یکون
للسرور وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانوا بالغین فان کان فی
الورثۃ صغیر لم یتخذ ذلک من الترکۃ یعنی مکروہ ہے ضیافت کرنا ایام مصیبت میں

اسلئے کہ وہ ایام تاسف کے ہیں پھر ایسے کام مناسب نہیں ہیں جو خوشی کے ایام میں کیے جاتے ہیں اور اگر
فقراء کے لئے کھانا کھلائیں تو اچھا ہے یہ ایسی صورت میں جب ورثہ بالغ ہوں اگر ورثہ صغیر ہوں تو ترکہ سے کھانا
نہ کھلانا چاہئے فتاوی ظہیریہ میں ہے وَلَا یُبَاحُ اِتِّخَاذُ الضِّیَافَۃِ عِنْدَ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ وَھِیَ اَیَّامُ
الْمُصِیْبَۃِ لِاَنَّ اِتِّخَاذَ الضِّیَافَۃِ لِلسُّرُوْرِ یعنی مباح نہیں ہے ضیافت کرنا ہمارے نزدیک تین روز جو
ایام مصیبت کے ہیں کیونکہ ضیافت سرور کیلئے ہے فتاوی تاتارخانیہ میں ہے وَلَا یُبَاحُ اِتِّخَاذُ
الضِّیَافَۃِ عِنْدَ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ یعنی مباح نہیں ہے ضیافت ہمارے نزدیک تین دن فتح القدیر میں ہے وَیُکْرَہُ
اِتِّخَاذُ الضِّیَافَۃِ مِنْ اَھْلِ الْمَیِّتِ لِاَنَّہٗ مَشْرُوْعٌ فِی السُّرُوْرِ لَا فِی الشُّرُوْرِ وَھِیَ بِدْعَۃٌ
مُسْتَقْبِحَۃٌ رَوَی الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ
قَالَ کُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ اِلٰی اَھْلِ الْمَیِّتِ وَصُنْعَھُمُ الطَّعَامَ مِنَ النِّیَاحَۃِ +
یعنی مکروہ ہے ضیافت اہل میت کیطرف سے کیونکہ وہ مشروع ہے سرور میں نہ غم میں فقہا نے کہا ہے وہ بدعت
قبیحہ ہے امام احمد و ابن ماجہ نے باسناد صحیح جریر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ جریر نے کہا کہ ہم شمار کرتے
تھے مجتمع ہونا اہل میت کے پاس اور کھانا کھلانا انکا نوحہ سے شیخ ابو الحسن سندی نے الہدایہ عن مباحث فتح القدیر
میں لکھا ہے قَوْلُہٗ اِتِّخَاذُ الضِّیَافَۃِ اَیْ اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ عَلٰی وَجْہِ الضِّیَافَۃِ لِلْاَقْرِبَاءِ
وَالْاَحِبَّاءِ مِمَّنْ لَمْ یُعْھَدْ حُضُوْرُھُمْ عَلٰی وَجْہِ الْاِجْتِمَاعِ عَلَی الطَّعَامِ اِلَّا فِی الضِّیَافَاتِ
وَالْعُرُوْسِ لَا عَلٰی وَجْہِ الْقُرْبَۃِ لِلصَّالِحِیْنَ وَاُولِی الْحَاجَۃِ فَلَا یَرِدُ مَا رُوِیَ اَنَّ اَھْلَ
مَیِّتٍ صَنَعَ طَعَامًا لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِہٖ یَوْمَ مَاتَ الْمَیِّتُ عَنْھُمْ
وَاَنَّ الْقُرْبَۃَ مَنْدُوْبَۃٌ دَائِمًا فَکَیْفَ یُکْرَہُ فِیْ بَعْضِ الْاَیَّامِ سِیَّمَا اَیَّامَ تَذَکُّرِ الْمَوْتِ وَھُوَ
مِمَّا یَدْعُوْ اِلٰی تَکْثِیْرِ الْقُرُبَاتِ وَالْعُرْفُ بِتَعْیِیْنِ طَعَامٍ اِلٰی اَجَلٍ مَعْلُوْمٍ مَعَ قَطْعِ النَّظَرِ عَنِ
النِّیَّۃِ قَوْلُہٗ لِاَنَّہٗ شُرِعَ اَیْ لِاَنَّہٗ خَارِجٌ عَنْ مُقْتَضَی الْحَالِ وَلِاِنْفَاقِ الْمَالِ فِیْہِ تَضْیِیْعٌ

وَاِسْرَافٌ فِی غَیْرِ مَوْضِعِہٖ قَوْلُہٗ اَلْاِجْتِمَاعُ اِلٰی اَھْلِ الْمَیِّتِ اَیْ لِمَوْتِہٖ لَا لِدَعْوَۃِ اَھْلِ الْمَیِّتِ
اِیَّاھُمْ لِیَتَبَرَّکُھُمْ اَوِ التَّقَرُّبِ بِاِطْعَامِھِمْ وَصُنْعِھِمُ الطَّعَامَ اَیْ لِاِجْتِمَاعِھِمْ لِمَوْتِہٖ
وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَالظَّاھِرُ اَنَّ مِنَ الطَّعَامِ مَا ھُوَ مَشْرُوْعٌ یَوْمَ الْمَوْتِ اَیْضًا
کَالطَّعَامِ لِلتَّقَرُّبِ وَمِنْہُ مَا ھُوَ مَکْرُوْہٌ کَالطَّعَامِ
لِلضِّیَافَۃِ اَوْ لِتَقْوِیَۃِ النَّوَائِحِ مَثَلًا وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ یعنی
ضیافت کی یہ معنی ہیں کہ بطور ضیافت کے قرابت مندوں اور دوستوں کے لئے جنکی یہ عادت
نہیں ہے کہ بجز ضیافت شادی کے جمع ہوں کھانا پکایا جاوے نہ بطور قربت کے جو صالحین اور حاجتمندوں
کے لئے پکاتے ہیں اس تقریر سے دو شبہ دفع ہوگئے پہلا شبہہ یہ ہے کہ ایک اہل بیت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے واسطے اسی دن کھانا پکایا تھا جس دن انکے گھر غمی ہوگئی تھی اسکا جواب یہ ہے کہ یہ ضیافت بوجہ قربت و عبادت
کے تھی دوسرا شبہہ یہ ہے کہ قربت ہمیشہ کے لئے اچھا کام ہے پھر وہ بعض ایام میں خصوصًا جب وہ ایام ایسے ہوں
جنمیں قربات کی ضرورت ہو کیونکر مکروہ ہوگی اسکا جواب یہ ہے کہ صاحب حاجت کو کھانا کھلانا جائز ہے
صرف ایسے اہل ضیافت کے لئے جائز نہیں ہے جسکا ذکر کیا گیا لانہ شرع کا یہ حاصل ہے کہ وہ مقتضائے
حال سے خارج ہے پھر مال کا خرچ کرنا مال کا ضائع کرنا ہے اور اسراف کرنا ہے اپنے غیر محل میں اجتماع
اہل البیت کے یہ معنی ہیں کہ یہ اجتماع موت کے واسطے ہو نہ اس خیال سے کہ اہل بیت نے انکی دعوت اس خیال سے
کی ہو تا کہ اہل میت انسے برکت حاصل یا کھانا کھلانے سے تقرب حاصل کریں وصنعہم الطعام کے یہ معنی ہیں کہ
جو اجتماع بسبب موت کے ہوا ہو ظاہر یہ ہے کہ بعض کھانے ایسے ہیں جو موت کے روز مشروع ہیں مثلًا وہ کھانا جو ثواب
کیلئے ہو چنانچہ اسی قسم کا کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کیا گیا تھا اور بعض مکروہ ہیں مثلًا
ضیافت کا کھانا یا جو کھانا نائحہ عورتوں کی تقویت کے لئے کھلایا جاوے نائحہ ایسی عورت کو کہتے ہیں جو کسی مرے کی
نیکیاں بیان کرکے روئے مطلق رونا ناجائز نہیں ہے نہ بہر اطلاق نائحہ کا ہوتا ہے جب زینب بنت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا عورتیں جمع ہو کے رونے لگیں حضرت عمرؓ نے اقارب کو رونے سے منع کیا اور اجنبی عورتوں کو چاہا کہ مار کے نکالدیں آپ نے حضرت عمرؓ کو اس فعل سے منع فرمایا اور ارشاد کیا دَعْهُنَّ فَاِنَّ الْعَیْنَ دَامِعَۃٌ وَالْقَلْبَ مُصَابٌ وَالْعَهْدَ قَرِیْبٌ یعنی انکو چھوڑ دو اسلئے کہ آنکھ سے بالطبع آنسو ٹپکتا ہی اور قلب کو مصیبت پہنچی ہے اور واقعہ ابھی ہوا ہے صبر نہایت دشوار ہے چنانچہ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہی پھر اس قسم کے رونے والی عورتوں کو جب نائحہ نہیں کہتے تو انکو کھانا دینا ناجائز نہیں ہے اور شرح برزخ میں لکھا ہی دَلَّ الْحَدِیْثُ عَلٰی اَنَّہٗ یُکْرَہُ لِاَهْلِ الْمُصِیْبَۃِ اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ عَلٰی سَبِیْلِ الضِّیَافَۃِ یعنی دلالت کی حدیث نے اس امر پر کہ بطور ضیافت کے اہل مصیبت کا کھانا کھلانا مکروہ ہی اور یہ بھی لکھا ہی وَتَبَیَّنَ اَنَّہٗ لَا یُکْرَہُ لِاَهْلِ الْمُصِیْبَۃِ اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ لِلْفُقَرَاءِ وَلَا یُکْرَہُ لَهُمُ الْاَکْلُ مِنْ ذٰلِکَ یعنی ظاہر ہوا کہ اہل مصیبت کو یہ مکروہ نہیں ہے فقراء کو کھانا کھلانا اور انکو اس کھانے کا کھانا بھی مکروہ نہیں ہے ان عبارات سے اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ ایام مصیبت میں ضیافت کے طور پر کھانا کھلانا مکروہ ہے اگر ایصال ثواب کے لئے ہو تو حسن و مستحب ہے بلکہ اسکا استحباب فعل صحابہ و تابعین سے ثابت ہے کہ سات روز تک اسکو مستحب جانتے تھے علامہ زاہدی نے حاوی میں لکھا ہے شَطْ یُکْرَہُ اتِّخَاذُ الْوَلِیْمَۃِ عَلَی الْمَیِّتِ قَبْلَ اَنْ یُّغْسَلَ اِجْمَاعًا وَعَنْ مُحَمَّدٍ یَجُوْزُ بَعْدَ الدَّفْنِ وَقَالَ مَالِکٌ یُکْرَہُ قَبْلَ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ وَالْفَتْوٰی عَلٰی قَوْلِ مُحَمَّدٍ یعنی شرح طحاوی میں ہے مکروہ ہے ضیافت میت پر قبل غسل دینے کے اجماعاً اور امام محمدؒ سے مروی ہی کہ جائز ہے بعد دفن کے اور کہا مالکؒ نے مکروہ ہے قبل تین دن کے اور فتوی قول پر امام محمدؒ کے ہی دیکھو طحاوی نے امام محمدؒ کے قول کو مفتی بہ لکھا ہی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد دفن کے ضیافت جائز ہی اور امام مالکؒ کے نزدیک قبل تین دن کے مکروہ ہے اور یہی جو فقہا کی عبارتیں سابق میں نقل کی ہیں انسے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن تک مکروہ ہے جو ایام مصیبت ہیں اس تقریر سے یہ ظاہر ہوتا کہ بعد تین دن کے مکروہ نہیں ہے شرح برزخ میں بھی اس امر کی تصریح موجود ہے

عبارت یہ ہے کہ ویکرہ لاھل اتخاذ الطعام للاقرباء والاغنیاء الی ثلث ایام ویکرہ لھم اکلہ اما بعد ثلث ایام لا یکرہ اتخاذ الطعام لمن مات لہ میت لا لاجل الرواج ولا علی سبیل الضیافۃ ولا یکرہ الاکل منہ لا للغنی ولا للفقیر یدعی الیہ او یرسل الیہ یعنی اہل میت کیلئے تین دن تک مکروہ ہے کہ وہ اقربا و غنیا کیلئے پکوائیں اگر پکوائیں تو انکو اہل میت کا کھانا مکروہ ہے تین دن کے بعد اگر اہل میت کھانا کھلائیں عام ازینکہ ثواب میت کے لئے ہو یا بطور ضیافت کے ہو تو اُسکا کھانا مکروہ نہیں ہے عام ازینکہ غنی ہو یا فقیر اور عام ازینکہ وہ بلائے کھلائے جائیں یا کھانا انکے پاس بھیجا جاوے الی فاخرہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے اور صاحب فتاویٰ بزازیہ نے کراہت کو تین دن تک منحصر نہیں کیا بلکہ ہفتہ کے بعد ضیافت کرنیکو بھی شامل کر لیا ہے شارح منیۃ المصلی نے غنیۃ المستملی میں اسکے قول کو یوں رد کیا ہے ولا یخلو عن نظر لانہ لا دلیل علی الکراھۃ الا حدیث جریر بن عبد اللہ المتقدم وانما یدل علی کراھۃ ذلک عند الموت فقط علی انہ قد عارضہ ما رواہ الامام احمد بسند صحیح و ابوداود عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ فرأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی القبر یوصی الحافر یقول اوسع من قبل رجلیہ اوسع من قبل راسہ فلما رجع استقبلہ داعی امرأتہ فجاء فجیئ بالطعام فوضع یدہ ثم وضع القوم فاکلوا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلوک لقمۃ فی فیہ ثم قال انی اجد لحم شاۃ اخذت بغیر اذن اھلھا فارسلت المرأۃ تقول یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی ارسلت الی النقیع اشتری شاۃ فلم توجد فارسلت الی جار لی قد اشتری شاۃ ان یرسل الی بثمنھا فلم یجد فارسلت الی امرأتہ فارسلت بھا الی فقال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطعمہ الاساری فھذا یدل علی اباحۃ صنع اھل
المیت الطعام والدعوۃ الیہ ۱ھ یعنی یہ کلام نظر سے خالی نہیں اسلئے کہ کراہت پر صرف
حدیث جریر بن عبد اللہ کی دلیل ہے جسکا ذکر کیا گیا اس سے صرف اسقدر ظاہر ہوتا ہے کہ موت کے وقت مکروہ ہے
اسکی معارض ہے وہ حدیث جسے امام احمد نے بسند صحیح اور ابو داؤد نے عاصم بن کلیب سے انہوں نے اپنے باپ سے
انہوں نے انصار ایک مرد سے روایت کیا کہ ہم نکلے رسول اللہ صلعم کیساتھ ایک جنازہ میں پھر میں نے دیکھا رسول اللہ کو کہ آپ قبر پر کھودنے
والیکو یوں بتاتے تھے کہ دونو پاؤں کے طرف وسیع کرو اور اسکی سر کیطرف وسیع کرو جب پھرے تو استقبال کیا دعوت دینے
والے نے میت کیطرف سے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کھانا حاضر کیا گیا آپنے دست مبارک
اسپر رکھا اور قوم بھی کھانے لگی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پھراتے تھے لقمہ کو اپنے منہ میں اسکے بعد فرمایا کہ
میں پاتا ہوں ایسا گوشت بکری کا کہ لیا گیا ہے بغیر اذن اسکی اہل کے۔ میت کی عورت نے کہلا بھیجا کہ یا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم میں نے نقیع کو آدمی بکری خریدنے کیلئے بھیجا تھا مگر بکری نہ ملی پھر اپنے ہمسایہ کے پاس آدمی بھیجا
جسکے پاس خریدی ہوئی بکری تھی تاکہ قیمتاً دیوے وہ موجود نہ تھا پھر میں نے آدمی کو اسکی عورت کے پاس بھیجا اسنے بھی
بکری میرے پاس بھیجدی پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلا اسکو قیدیوں کو اس سے صاف ظاہر ہے کہ
اہل میت کا کھانا بعد دفن کے جائز ہے پھر کراہت جو جریر بن عبد اللہ کی حدیث سے مستفاد ہوتی ہے وہ موت
کے وقت پر منحصر ہے اور عاصم بن کلیب کی روایت سے بعد دفن کے ضیافت کرنیکا جواز حاصل ہوتا ہے تو ان دونو
حدیثوں سے امام محمد کا قول ثابت ہوتا ہے جیسے علامہ زاہدی نے مفتی بہ لکھا ہے پھر تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ
صاحب مذہب جو تین دن تک یا اسکے بعد بھی برخلاف قول امام محمد کے کراہت بیان کرتے ہیں اقوال غیر
مفتی بہ اور مرجوع عنہا ہیں لیکن علامہ شامی نے شارح منیہ کے معارضہ کو جو عاصم بن کلیب کی روایت سے کیا ہے
یوں دفع کیا ہے فیہ نظر فانہ واقعۃ حال لا عموم لھا مع احتمال سبب خاص بخلاف
ما فی حدیث جریر علی انہ بحث فی المنقول فی مذھبنا ومذھب غیرنا کالشافعیۃ

وَالحنابلۃ استدلالاً بحدیث جریر المذکور علی الکراھۃ یعنی یہیں نظر ہے کیونکہ وہ واقعہ حال ہے اسمیں عموم نہیں باوجودیکہ اسمیں احتمال سبب خاص کا ہی بخلاف حدیث جریر کے علاوہ بریں بحث ہی اس چیز میں جو منقول ہی ہمارے مذہب میں اور ہمارے غیر کے مذہب میں جیسے شافعیہ و حنابلہ جو استدلال کرتے ہیں حدیث جریر سے کراہت پر مگر اس سے اصل اعتراض شارح منیہ کا مندفع نہیں ہوتا سلئے کہ امام محمد کے نزدیک بعد دفن کے ضیافت جائز ہے پھر تو منقول میں بحث نہوئی بلکہ صحاب مذہب کے قول مخالف ٹھہرے اور عاصم بن کلیب کی حدیث کے نسبت یہ کہنا کہ واقعہ حال ہے یا سبب خصوص کا احتمال رکھتی ہے اسکی حاجت نہیں کیونکہ دونو حدیثوں میں مخالفت نہیں ہے بلکہ دونو حدیثوں سے بعینہ امام محمد کا قول ثابت ہوتا ہے اگر مخالفت ہے تو امام محمد کا قول جب مفتی بہ ٹھہرا اور اسپر صحیح حدیث کی دلیل پائی گئی تو جو حدیث اسکی مخالف پائی گئی اسکی تاویل کرنی اہم ہے اور شافعیہ و حنابلہ کا اس سے استدلال کرنا حنفیہ پر حجت نہیں ہوسکتا علاوہ اسکے واقعہ حال ہونے سے عموم کی نفی ہو نہیں سکتی اور صرف احتمال سبب خاص کا قابل لحاظ نہیں ہوسکتا جب تک سبب خاص کا ثبوت پیش نہ کیا جائے بہرحال صحاب مذہب کے اقوال علما مخالف نظر آتے ہیں تا علی قاری نے انکو ایک نوع خاص سے مقید کیا ہی چنانچہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں عاصم بن کلیب کی حدیث کے تحت میں جو باب المعجزات میں ہے لکھا ہی ھذا الحدیث بظاھرہ یرد علی ماقررہ اصحاب مذھبنا من انہ یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث اَو بعد الاسبوع کما فی البزازیۃ وذکر فی الخلاصۃ انہ لایباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلاثۃ ایام وقال الزیلعی ولاباس بالجلوس للمصیبۃ الی ثلاث من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والاطعمۃ من اھل المیت قال ابن الھمام یکرہ اتخاذ الضیافۃ من اھل المیت والکل عللوہ بانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وقال وھی بدعۃ مستقبحۃ روی الامام احمد وابن ماجۃ باسناد صحیح حسن

جریر بن عبد اللہ قال کنا نعد الاجتماع الی اہل المیت وصنعہم الطعام من النیاحۃ انتہی فینبغی ان یقید کلامہم بنوع خاص من اجتماع یوجب استحیاء اہل بیت المیت فیطعمونہم کرہا او یحمل علی کون بعض الورثۃ صغیرا او غائبا او لم یعرف رضاءہ او لم یکن الطعام من عند احد معین من مال المیت قبل قسمتہ ونحو ذلک وعلیہ یحمل قول قاضی خان یکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانہا ایام تاسف فلا یلیق بہا ما یکون للسرور وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا واما الوصیۃ باتخاذ الطعام بعد موتہ لیطعم الناس ثلاثۃ ایام فالباطلۃ علی الاصح وقیل یجوز ذلک من الثلث وہو الاظہر

یعنی یہ حدیث ظاہرا رد کرتی ہے اس مسئلہ کو جسے ہمارے اصحاب مذہب نے لکھا ہے وہ یہ ہے کہ پہلے دن یا تیسرے دن یا بعد ہفتہ کے کھانا کھلانا مکروہ ہے چنانچہ بزازیہ میں ہے اور خلاصہ میں ہے کہ مباح نہیں ہے تین دن تک زیلعی نے کہا کہ تین دن تک مصیبت کے لئے بیٹھنا جائز ہے بشرطیکہ کسی ممنوع کا ارتکاب کیا جاوے ابن الہمام نے لکھا ہے کہ مکروہ ہے ضیافت کرنا اہل میت کا اور سب اسکی علت یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مشروع ہی سرور میں بدی میں کہا ہے ابن ہمام نے کہ وہ بدعت سیئہ ہے روایت کی امام احمد اور ابن ماجہ نے باسناد حسن جریر بن عبد اللہ سے کہا کہ ہم لوگ شمار کرتے تھے مجتمع ہونیکو اہل میت کے پاس اور انکی کھانیکو نوحہ تمام ہوا قول ابن ہمام کا بس مناسب ہے کہ مقید کیا جاوے انکا کلام ایک نوع خاص سے یعنی یہ کہا جاے کہ وہ ایسا اجتماع ہو جس سے اہل میت کو غیرت ہو جس سے وہ مجبوری سے انکو کھانا کھلاویں یا اس بات پر حمل کیا جاوے کہ بعض ورثہ صغیر یا غائب ہیں یا انکی رضامندی معلوم نہو یا کھانا کسی معین شخص کیطرف سے نہو جو مال میت سے قبل قسمت کی ہو اور اسطرح کی صورتیں اسی پر محمول ہیں قاضی خان کا قول بھی اسی پر محمول ہے وہ لکھتے ہیں کہ مکروہ ہے ضیافت ایام مصیبت میں اسلئے کہ یہ ایام تاسف کے ہیں پھر انمیں ایسے کام نہ کرنا چاہئے جو

سر ور میں کئی جاتے ہیں اگر فقرا کیلئے کھانا پکائیں تو بہتر ہے اس امر کی وصیت کہ تین دن تک لوگوں کو
کھانا کھلایا جاے باطل ہے علی الاصح بعض کہتے ہیں جائز ہے ثلث مال سے یہ اظہر ہے فتاوی شامی میں شلبی شرح منیہ
کے کلام کی اسطرح تقیید کی ہے ردالمحتار میں ہے وَلَاسِیَّمَا اِذَا کَانَ فِی الْوَرَثَۃِ صِغَارٌ اَوْ غَائِبٌ
یعنی خصوصاً جبکہ ہوں وارثوں میں کم عمر یا غائب اور بحسب معراج الدرایہ کھانا تیار کرنا وغیرہ جو جو
امور کہ فتاوی بزازیہ کی عبارت میں مذکور ہوئی ان سب کی علت کراہت کو ریا و سمعہ قرار دیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں
وَھٰذِہِ الْاَفْعَالُ کُلُّھَا لِلسُّمْعَۃِ وَالرِّیَاءِ فَیُحْتَرَزُ عَنْھَا لِاَنَّھُمْ لَا یُرِیْدُوْنَ بِھَا وَجْہَ اللّٰہِ
تَعَالٰی یعنی یہ تمام افعال سمعہ و ریا سے ہوتے ہیں انسے احتراز کرنا چاہیے اسلئے کہ لوگ اس سے خلوص کی نیت
نہیں رکھتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی افعال اگر بدون ریا و سمعہ کے ہوں تو جائز ہیں اگر ریا سے یا کسی فعل میں
حرمت یا کراہت پائی جاتی ہو تو خواہ مخواہ سو قتہ جائز خیال کیا جائیگا جب یا سے خالی ہو فتاوی
عالمگیری میں تاتارخانی سے منقول ہے یَتَصَدَّقُ الْوَلِیُّ بِنِیَّۃِ الْمَیِّتِ سَبْعَۃَ اَیَّامٍ وَاِنْ زَادَ
فَاَحْسَنُہٗ وَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَثَلَاثَۃُ اَیَّامٍ وَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَیَوْمًا وَاحِدًا اَوْ سُنَّتُہٗ
اَنْ یَّتَصَدَّقَ قَبْلَ مُضِیِّ اللَّیْلَۃِ الْاُوْلٰی مَا تَیَسَّرَ وَاِنْ لَّمْ یَجِدْ شَیْئًا فَلْیُصَلِّ رَکْعَتَیْنِ
یعنی ولی میت کو چاہیے کہ روز موت سے سات دن تک صدقہ دے اگر زیادہ ایام تک دیتا رہے تو بہتر ہے اگر
مقدور نہو تو تین دن تک دے سنت یہ ہے کہ حسب مقدور روز وفات کی اول شب گذرنے کے قبل صدقہ دے اگر
بالکل بے مقدور ہو تو چاہیے کہ دو رکعت نماز ادا کرے بحرالرائق میں ہے مَنْ صَامَ اَوْ صَلّٰی اَوْ تَصَدَّقَ
وَجَعَلَ الثَّوَابَ لِغَیْرِہٖ مِنَ الْاَحْیَاءِ وَالْاَمْوَاتِ یَصِلُ ثَوَابُہٗ اِلَیْھِمْ عِنْدَ اَھْلِ السُّنَّۃِ
وَالْجَمَاعَۃِ کَذَا فِی الْبَدَائِعِ یعنی کسینے روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا صدقہ دیا اور اسکا ثواب زندہ یا مردہ کو بخشا تو یہ
ثواب اہل سنت جماعت کے مذہب میں اسکو پہنچتا ہی ایسا ہی بدائع میں ہے شرح برزخ میں ہے رُوْحُ الْمَیِّتِ
یُرَخَّصُ لَہٗ فِیْ کُلِّ لَیْلَۃٍ فَیَجِیْءُ بَیْتَہٗ اِلٰی سَبْعَۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ یَاْتِیْ فِی الْاَوْقَاتِ الْفَاضِلَۃِ

یعنی روحِ میت کو رخصت ہوتی ہی ہر شب میں اپنے گھر آتی ہی سات دن تک پھر ایام فاصلہ میں اجازت
گھر جانیکی ملتی ہے شرح برزخ میں ہے یَنْبَغِیْ اَنْ تُوَاظِبَ عَلَی الصَّدَقَةِ لِلْمَیِّتِ اِلٰی سَبْعَةِ اَیَّامٍ
وَقِیْلَ اِلٰی اَرْبَعِیْنَ فَاِنَّ الْمَیِّتَ یَشُوْقُ اِلٰی بَیْتِهٖ یعنی روزِ موت سے سات دن تک و صدقہ دینا
مردے کیلئے مستحب ہے اور بعضوں نے کہا ہی چالیس دن تک اسلئے کہ اندنوں میں میت شوق سے اپنے مکانوں پر
آتی ہی لآلی فاخرہ فی تذکرۃ الآخرۃ میں ہے یُکْرَهُ لِاَهْلِ الْمَیِّتِ اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ لِلْاَقْرِبَاءِ وَالْاَغْنِیَاءِ
اِلٰی ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فَیُکْرَهُ لَهُمْ اَکْلُهٗ اَمَّا بَعْدَ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فَاتِّخَاذُ الطَّعَامِ لَا یُکْرَهُ لَا
لِرُوْحِ الْمَیِّتِ وَلَا لِاَهْلِ الضِّیَافَةِ وَلَا یُکْرَهُ الْاَکْلُ مِنْهُ لَا لِلْغَنِیِّ وَلَا لِلْفَقِیْرِ
یُدْعٰی عَلَیْهِ اَوْ یُرْسَلُ اِلَیْهِ یعنی روزِ موت سے تین دن تک اہلِ میت کو کھانا پکانا اپنے اقرباء و
اغنیاء کے لئے مکروہ ہے اور اسکا کھانا بھی انپر مکروہ ہے مگر بعد تین دن کے کھانا پکانا مکروہ نہیں ہے نہ روحِ میت
کے لئے نہ اہلِ ضیافت کے لئے اور غنی او رفقیر کو اسکا کھانا مکروہ نہیں ہے عام ازینکہ انکو اپنے گھر بلائیں یا انکے
مکانوں پر کھانا بھیجیں یہ وہ کھانا ہے جسے عرف میں بھاجی کہتے ہیں شرح اوراد میں کبریٰ سے منقول ہے
لَوْ تَصَدَّقَ عَلَی الْمَیِّتِ اَوْ دَعَا لَهٗ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَی الْمَیِّتِ ذٰلِکَ عَلٰی طَبَقٍ مِّنْ نُوْرٍ
یعنی اگر میت کیلئے صدقہ دیا یا دعا کی انکو اللہ تعالیٰ میت کے پاس طبقِ نور میں بھیجتا ہی شرح اوراد میں ہے
فِیْ کِفَایَةِ الشَّعْبِیِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
اِذَا تَصَدَّقَ الرَّجُلُ بِنِیَّةِ الْمَیِّتِ اَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی جِبْرَئِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَنْ یَّحْمِلَ
عَلٰی قَدْرِهٖ مَعَ سَبْعِیْنَ اَلْفَ مَلَکٍ فِیْ اَیْدِیْ کُلِّ مَلَکٍ نُوْرٌ فَیَحْمِلُوْنَ اِلٰی قَبْرِهٖ
فَیَقُوْلُوْنَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَلِیَّ اللّٰهِ هٰذِهٖ هَدِیَّةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ اِلَیْکَ قَالَ
فَیَتَلَالَأُ قَبْرُهٗ وَاَعْطَاهُ اللّٰهُ اَلْفَ مَدِیْنَةٍ فِی الْجَنَّةِ وَزَوَّجَهٗ اَلْفَ حَوْرَاءَ وَاَلْبَسَهٗ اَلْفَ حُلَّةٍ
وَقَضٰی اَلْفَ حَاجَةٍ یعنی کفایہ شعبی میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ

آپ نے فرمایا جسوقت کوئی شخص کسی میت کی نیت سے صدقہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرماتا ہے
کہ اسکی قبر کے پاس ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ لیجاؤ اسطور پر کہ سب کے ہاتھ میں نور ہو یہ فرشتے اس صدقہ کو اس
مردے کی قبر کے پاس لیجاتے ہیں پھر کہتے ہیں السلام علیک یا ولی اللہ فلاں شخص نے جو فلاں شخص کا بیٹا ہے یہ ہدیہ
تمہارے پاس بھیجا ہے اس سے اسکی قبر روشن ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہزار شہر اسکو بہشت میں دیتا ہے اور ہزار
حور شادی کیلئے دیتا ہے اور ہزار حلہ پہناتا ہے اور ہزار حاجت بر لاتا ہے کنز العباد میں ہے فِی الْکُبْرٰی
اِذَا اجْتَمَعَ النَّاسُ لِلتَّعْزِیَۃِ اَوْ لِغَیْرِهَا وَیَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ یَنْبَغِیْ اَنْ یَّکُوْنُوْا
مُتَوَجِّهِیْنَ اِلَی الْقِبْلَةِ حَالَةَ الْقِرَاءَةِ حَتّٰی لَا یَشْتَغِلُوْا اِمَّا لَا یَعْنِیْهِ لَا سِیَّمَا بِالْقِیَامِ لِمَجِیْءِ وَاحِدٍ
وَذٰلِكَ مَحْظُوْرٌ لِاَنَّ حُرْمَةَ الْقُرْاٰنِ كَحُرْمَةِ الصَّلٰوةِ یعنی جسوقت لوگ تعزیت کے لئے یا کسی
دوسرے کام کیلئے جمع ہوں اور سب ملکر قرآن پڑھیں تو یہ ضرور ہے کہ سب کے سب قرآن پڑھنے کیوقت قبلہ کیطرف
متوجہ ہوں تاکہ عبث کاموں کی طرف متوجہ نہوں خصوصاً کسیکے آنیسے کھڑے نہوں یہ ممنوع ہے اسلئے کہ قرآن
کی حرمت نماز کی حرمت کے برابر ہے کنز العباد میں ہے فِیْ جَوَامِعِ الْفِقْهِ قَالَ بَعْضُ مَشَائِخِ بُخَارَا
تَعْزِیَةُ الْحَاضِرِ ثَلٰثَةُ اَیَّامٍ وَتَعْزِیَةُ الْغَائِبِ یَوْمٌ وَّاحِدٌ یعنی بعض مشائخ بخارا نے کہا کہ حاضر کی تعزیت
تین دن اور غائب کی تعزیت ایکدن ہے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ مکتوب یازدہم میں تحریر فرماتے ہیں
سوال ششم آنکہ طعام بروح میت در سوم یا دہم و گل دادن در سوم از کجاست مخدوما طعام دادن
للہ تعالیٰ بے رسم و ریاء و ثواب آنرا بمیت گزرانیدن بسیار خوب ست عبادت بزرگ اما تعین وقت را اصل
معتمد علیہ ظاہر نمیشود و روز سوم گل دادن در مردان بدعت ست آرے در زنان خوشبوئی آوردن در
سوم آمدہ ست برائے رفع سوگ کہ غیر از منکوحہ را از اہل قرابت زیادہ از سہ روز سوگ داشتن مشروع نیست
پس در سوم خوشبوئی بیارند تا زنان دیگر غیر از منکوحہ میت از سوگ بر آیند سراج المنیر میں ہے وَیُسْتَحَبُّ
اَنْ یَّتَصَدَّقَ عَنِ الْمَیِّتِ بَعْدَ مَوْتِهٖ سَبْعَةَ اَیَّامٍ یعنی مستحب ہے یہ کہ میت کا صدقہ دیا جائے

سات دن تک مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں و آثار این عالم و صدقات و فاتحہ و تلاوت قرآن درآں بقعہ کہ مدفن اوست واقع شود بہ سہولت نافع میشود

چوتھا باب اثبات جواز صدقات موتیٰ کا احادیث سے

احادیث متعددہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صدقہ موتیٰ کو مفید ہے شرح اوراد میں ہے قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَاتِیْ عَلَی الْمَیِّتِ لَیْلَۃٌ اَشَدُّ مِنْ لَیْلَۃِ الْاَوَّلِ فَارْحَمُوْا لِمَوْتَاکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّدَقَۃِ یعنی آپ نے فرمایا کہ موتیٰ پر پہلی رات سے زیادہ سخت کوئی رات نہیں گزرتی پھر اپنے موتیٰ پر رحم کرو صدقہ سے عَنْ مَرْیَمَ بِنْتِ فَرْوَۃَ اَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَیْنٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لَمَّا حَضَرَتْہُ الْوَفَاۃُ قَالَ اِذَا اَنَا مِتُّ فَشُدُّوْا عَلٰی بَطْنِیْ عِمَامَۃً فَاِذَا رَجَعْتُمْ فَانْحَرُوْا وَاَطْعِمُوْا رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ یعنی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اپنے مرنے کے قریب وصیت کی جبکہ میں مر جاؤں تو استوار کرو میری پیٹ پر پگڑی پھر جب تم بعد دفن پھرو تب اونٹ ذبح کرو اور لوگوں کو کھلاؤ اسکو حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں لکھا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی نے مطالب العالیہ میں روایت کیا ہے قَالَ اَحْمَدُ فِی الزُّھْدِ حَدَّثَنَا ھَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ ثَنَا الْاَشْجَعِیُّ عَنْ سُفْیَانَ قَالَ قَالَ طَاؤُسٌ اِنَّ الْمَوْتٰی یُفْتَنُوْنَ فِیْ قُبُوْرِھِمْ سَبْعًا فَکَانُوْا یَسْتَحِبُّوْنَ اَنْ یُّطْعَمَ عَنْھُمْ تِلْکَ الْاَیَّامَ یعنی طاؤس نے کہا کہ اموات سات دن تک اپنی قبروں میں آزمائش کئے جاتے ہیں پھر صحابہ اس امر کو مستحب خیال کرتے تھے کہ ایام فتنہ میں انکی لئے کھانا کھلایا جاوے اور ابو نعیم نے حلیہ میں بھی اسکو روایت کیا ہے ائمہ حدیث نے اس روایت کی تصحیح کی ہے فَکَانُوْا سے مراد یہاں فعل صحابہ ہے چنانچہ ائمہ حدیث نے اسپر تصریح کی ہے علامہ سیوطی نے رسالہ طلوع الثریا باظہار ما کان خفیا میں اس حدیث کی نہایت عمدگی سے تفصیل کی ہے جسکا مختصر یہ ہے کہ سات دن تک جو

مُردہ اپنی قبروں میں آزمائے جاتے ہیں بہت سے اماموں نے اپنی کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہے امام احمد بن حنبل نے
اپنی کتاب الزہد میں اور حافظ ابو نعیم اصبہانی نے کتاب حلیہ میں امام طاؤس کی سند سے جو منجملہ ائمہ تابعین
ہیں اور ابن جریج نے اپنی تصنیف میں عبید بن عمیر کی سند سے جو تابعین میں نسبت طاؤس کے بڑے امام
ہیں اور بقول بعض صحابی ہیں اور حافظ زین الدین بن رجب نے اپنی کتاب اہوال القبور میں
مجاہد اور عبید بن عمیر کی طرف نسبت کیا ہے یہ تینوں روایتیں مرسل مرفوع کے حکم میں ہیں چنانچہ اسکا بیان
کیا جائیگا اور عبید بن عمیر کی روایت میں یہ زیادہ ہے اِنَّ الْمُنَافِقَ یُفْتَنُ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا
یعنی منافق چالیس دن تک اپنی قبر میں آزمایا جاتا ہے اس زیادتی کو حافظ ابو عمر بن عبد اللہ نے اپنی
تمہید میں اور امام ابو علی الحسین بن رشیق مالکی نے موطا کی شرح میں لکھا ہے اور امام ابو زید عبد الرحمن
جذولی مالکی نے جو امام ابی محمد بن ابی زید کے رسالہ کی شرح لکھی ہے اور امام ابو القاسم بن عیسی
بن ناجی مالکی نے شرح رسالہ میں اس روایت کا ذکر کیا ہے اور ذکر اس روایت کا جو امام طاؤس سے سند سے
امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب الزہد میں لکھا ہے ہاشم بن القاسم نے اشجعی سے روایت کی ہے کہ سفیان
کہتے ہیں کہ طاؤس نے یہ کہا ہے اِنَّ الْمَوْتٰی یُفْتَنُوْنَ فِیْ قُبُوْرِهِمْ سَبْعًا وَکَانُوْا یَسْتَحِبُّوْنَ
اَنْ یُّطْعِمُوْا عَنْهُمْ تِلْكَ الْاَیَّامَ یعنی اموات اپنی قبروں میں سات دن تک مبتلا رہتی ہیں صحابہ اس
امر کو مستحب جانتے تھے کہ انکی ثواب رسانی کیلئے سات دن تک انکی طرف سے فقراء کو کھانا کھلایا جائے حافظ ابو نعیم
حلیہ میں لکھا ہے کہ ہاشم بن قاسم نے اشجعی سے روایت کی ہے کہ عثمان طاؤس سے روایت کرتے ہیں کہ
اِنَّ الْمَوْتٰی یُفْتَنُوْنَ فِیْ قُبُوْرِهِمْ سَبْعًا فَکَانُوْا یَسْتَحِبُّوْنَ اَنْ یُّطْعَمَ عَنْهُمْ تِلْكَ الْاَیَّامَ یعنی اموات
اپنی قبور میں سات دن تک مبتلا رہتی ہیں تو چاہتے ہیں کہ ان دنوں میں انکی طرف سے فقراء کو کھانا کھلایا جائے
وہ روایت کہ عبید بن عمیر سے سند ہے اور ابن جریج نے اپنی تصنیف میں حارث بن ابی الحارث سے روایت
کی ہے یہ ہے یُفْتَنُ رَجُلَانِ مُؤْمِنٌ وَمُنَافِقٌ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَیُفْتَنُ سَبْعًا وَاَمَّا الْمُنَافِقُ فَیُفْتَنُ

اَربَعِینَ صَبَاحًا یعنی عبید بن عمیر نے کہا ہے کہ مومن اور منافق اپنی قبروں میں مبتلا رہتے ہیں
مومن سات دن اور منافق چالیس دن اس باب میں کئی وجہ سے بحث ہے **پہلی وجہ** حدیث اول کے
رواۃ سب رجال سند صحیح کے ہیں اور طاؤس کبار تابعین میں سے ہیں ابونعیم نے حلیہ میں لکھا ہے کہ وہ
طبقہ اول میں اہل یمن سے ہیں اور ابونعیم نے کہا ہے کہ طاؤس کہتے ہیں کہ مینے پچاس صحابہ کو دیکھا ہے اور
بعضوں نے انسے روایت کی ہے کہ مینے ستر صحابہ کو دیکھا ہے ابن سعید کہتے ہیں کہ نوّے پر کئی سال
گزرے تھے جو انہوں نے انتقال کیا ہے اور سفیان جو انکے شاگرد ہیں وہ سفیان ثوری ہیں اور معفر
لکھتے ہیں کہ سنہ ایکسو دس پر کئی سال تھے جو طاؤس مرے ہیں اور سفیان سنہ ستانوے میں پیدا ہوئے ہیں روایت
سفیان ثوری کی بواسطہ ہے اور صحیح کا نام عبید اللہ بن عبد الرحمن ہے اور ابن عبد الرحمن مشہور ہیں
اور سند ثانی عبید بن عمیر یہہ بنی لیث ہیں مکہ میں وعظ کہتے تھے مسلم بن حجاج صاحب صحیح کہتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وہ پیدا ہوئے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
دیکھا بھی ہے تو صحابی ہوئے اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مکہ میں وعظ کہا کرتے تھے اور مکہ میں سب سے پہلے انہوں نے
وعظ کہا ہے اور عبد اللہ بن عمرؓ سے پہلے مر گئے ہیں حارث بن عبد الرحمن بن سعد بن ابی ذباب دوسی ہیں
بخاری نے افعال عباد میں اور مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابن جریج اور دراوردی وغیرہ نے انسے روایت کی ہے
اور ابن جریج وہ امام عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج الاموی ہیں امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ سب سے
پہلے انہوں نے تصنیف کرنا شروع کیا ہے اور ابن عیینہ کہتے ہیں کہ مینے سنا کہ ابن جریج کہتے تھے کہ میری طرح
کسی نے علم کو مدوّن اور مرتب نہیں کیا ہے اور بہت تابعین سے انہوں نے روایت کی ہے اور ۱۴۹ھ میں مرے ہیں
اور ایکسو برس سے زیادہ انکی عمر ہوئی ہے **دوسری وجہ** فن حدیث اصول میں مقرر ثابت ہوا ہے کہ جس
امر میں عقل کو مجال دخل نہو جیسے امور برزخ و امور آخرت انمیں جو حکم پایا جاوے وہ روایت مرفوع ہوگی
نہ موقوف اگرچہ راوی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک نسبت نہ کی ہو عراقی الفیہ میں لکھتے ہیں جو صحابی کے

ثابت ہوا اور سمیں عقل کو دخل نہو تو وہ مرفوع ہے الفیہ کی شرح میں ہے کہ جو امر کہ صحابی پر موقوف ہوا اور
وہ قول رائے پر مبنی نہو تو اسکا حکم مرفوع کا ہی چنانچہ امام فخر الدین رازی نے محصول میں لکھا ہی کہ صحابی
جب ایسی بات کہیں کہ اجتہاد کو اسمیں مجال نہو تو باعتبار اسکی کہ صحابہ کے ساتھ ہمارا خیال نیک ہے یہی خیال
کرینگے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا اور محصول میں جو لکھا ہی وہ بہت اماموں نے
لکھا ہی جیسے ابی عمر بن عبد البر وغیرہ حافظ ابو الفضل بن حجر نے نخبہ کی شرح میں اس حدیث کی جو حکما
مرفوع ہی یہ مثال لکھی ہے کہ صحابی ایسا امر کہیں جسمیں اجتہاد کو دخل نہیں ہے اور نہ اسمیں لغت اور شرح
غریب کی حاجت پڑی جیسا زمانہ ماضی کا ذکر کہ عالم کیونکر پیدا ہوا اور انبیا علیہم السلام کے اخبار یا وہ
امور کہ آئندہ آئینگے مثلاً لڑائیاں اور فتنے اور قیامت کے احوال اور افعال پر ثواب عذاب خاص کا ہونا
ان سب کا حکم حدیث مرفوع کا ہے اسلئے کہ اخبار اس امر کے مقتضی ہیں کہ انکا کوئی مخبر ہوا اور جس امر میں اجتہاد
کی مجال نہو تو صرف اسکی کہنے والے صحابہ پر موقوف نہیں ہو سکتا ہے جب ایسا ہوا تو اسکا وہی حکم ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تو وہ حدیث مرفوع ہوتی اور اس امر کی مثال جو حکما مرفوع ہی یہ ہے کہ صحابہ
ایسا کام کریں جسمیں اجتہاد کی مجال نہو تو اسکو بمنزلہ اس فعل کے تصور کرینگے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہی حافظ ابن حجر نے اپنی نکت میں ابن صلاح سے یہ لکھا ہے کہ صحابی کا وہ قول جسمیں اجتہاد نہیں ہے
اسکا حکم مرفوع کا ہی جیسے اخبار ماضیہ خلقت کا پیدا ہونا اور انبیاء کی حالت اور امور آئندہ جیسی لڑائیاں
اور فتنے اور قیامت اور بہشت اور دوزخ کا ذکر اور افعال پر ثواب اور عذاب کا ہونا چونکہ یہ سب وہ امور
ہیں جنمیں اجتہاد کو مجال اور دخل نہیں ہے اسکو مرفوع کے حکم میں داخل کرینگے ابو عمرو الدانی کہتے ہیں کہ صحابی
کبھی ایسی بات کہتے ہیں کہ موقوف ہوتی ہی تو اہل حدیث اسکو اپنی سند میں لاتے ہیں کہ قول صحابہ موقوف ہونا
ممتنع ہی ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ امر تمام خلقت کا مسلم ہے ائمہ کی کتب میں صحیح بخاری و مسلم و امام شافعی
و ابی جعفر طبری و ابو جعفر طحاوی و ابو بکر بن مردویہ کی تفسیر مسند میں بیہقی اور ابن عبد البر نے لکھا ہی

ایسے قول کی سند ہونے پر اجماع ہی اور حاکم نے اسپر جزم کیا ہی اور فخر الدین رازی نے محصول میں کہا ہے کہ
صحابی ایسا امر بیان کریں کہ جسمیں اجتہاد کو مجال نہیں ہے تو اسکو یہی حمل کرینگے کہ انہوں نے سنا ہے کیونکہ جب
اسمیں اجتہاد نہیں ہے تو کوئی امر اسکے سوا نہیں ہو سکتا ہی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا اسکے بعد
حافظ جلال الدین سیوطی نے بہت سی احادیث مرسل لکھی ہیں جنہیں محدثین نے مرفوع تحریر کیا ہی اور ان
محدثین کے نام بھی لکھی ہیں **تیسری وجہ** طاؤس کی اثر کا حکم حدیث مرفوع مرسل کا ہے اور مرفوع مرسل
کی اسناد تابعی کی طرف صحیح ہی اور حجت ہے باتفاق امام ابو حنیفہ و مالک و احمد کہ انہوں نے اسمیں کچھ شرط
نہیں لگائی ہی امام شافعی فرماتے ہیں کہ اثر جبتک قوت نہ پائے حجت نہیں ہوتی ہی اور جن امور سے اسکو قوت
ہوتی ہے وہ اپنے محل میں مذکور ہیں ایک یہ ہے کہ وہ اثر کسی اور سند سے بھی مرسل مروی ہو یا کسی صحابی کا فعل
جو اسکے موافق ہو تو یہ قوت یہاں موجود ہے کہ مجاہد اور عبید بن عمیر نے بھی اس اثر کو روایت کیا ہے اور
عبید بن عمیر اگر صحابی نہیں ہیں تو تابعی ہیں پھر انکی دونو روایت مرسل ہیں مرسل کی تائید کرتے ہیں
ترمذی نے اپنی کتاب کے آخر میں کہا ہی کہ ابو بکر علی بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ یحیی بن سعد
کہتے ہیں کہ مجاہد کے مرسلات بہ نسبت مرسلات عطا بن ابی رباح کے مجھکو بہت پسند ہیں کہ عطا ہر قسم سے
روایت کرتے ہیں علی کہتے ہیں کہ میں نے یحیی سے کہا کہ مجاہد کے مرسلات اچھے ہیں یا طاؤس کے مرسلات تو یحیی نے
کہا کہ وہ دونو قریب قریب ہیں اور اگر عبید بن عمیر کی صحبت کے ہم قائل ہو جائیں تو یہ حدیث مرفوع متصل ہوگی
اور طاؤس کی روایت اسکی شاہد قوی ہی جو مرتبہ صحت پر اسکو ترقی دیتی ہی اور امام نووی نے شرح مسلم
میں لکھی ہیں کہ جب دوسری سند سے متصلاً روایت آتی ہی اور وہ حجت ہو جاتی ہی تو اس مسئلہ میں گویا دو حدیث
صحیح ہو گئی ہیں **چوتھی وجہ** تابعی کی روایت میں ہے فکانوا یسجدون یعنی کانوا یفعلون
اسمیں اہل حدیث اور اہل اصول کے دو قول ہیں پہلا قول یہ قول بھی مرفوع ہی یعنی انکی مراد یہ ہی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کام کرتے رہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی اطلاع کرتے تھے

اور اس امر کی تقریر یہ ہوتی تھی دوسرا قول یہ قول صحابہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچا ہے
پھر اسمیں اختلاف ہے سب صحابیوں کا قول ہے تو اجماع ہوا یا کسی کا ہے یا کسی کا نہیں ہے اور یہی صحیح ہے امام نووی
شرح مسلم میں اسی معنی سے بیان کرتے ہیں کہ کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ قول تابعی اسپر دلالت کرتا ہے کہ بعض صحابہ کا
قول ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ دلالت کرتا ہے کہ سب امت کا فعل ہے یا بعض کا اور بعض ساکت ہے یا تمام صحابہ
اسطرح کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہوتا رہا اور آپنے انکار نہ فرمایا اور رافعی نے شرح مسند
میں لکھا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ یہ امر اس عہد میں بے انکار مشہور تھا پھر قول طاوس کا کَانُوْا یَسْتَحِبُّوْنَ اگر مرفوع
ہے جیسا کہ قول اول ہے تو یہ قول تتمہ حدیث مرسل کا ہے تو اس حدیث سے دو امر حاصل ہوے ایک یہ کہ
یہ امر اعتقادی ہے یعنی سات دن تک میت اپنی قبروں میں مبتلا رہتے ہیں دوسرے یہ کہ یہ حکم شرعی فرعی ہے
یعنی ان سات دن تک میت کے ثواب کے لئے صدقہ دینا اور کھانا کھلانا مستحب ہے جیسا کہ دفن کرنیکے بعد
ایک ساعت قبر پر ٹھہرے رہنا مستحب ہے اور یہ دونوں امر مرسل الاسناد ہوگئے کہ تابعی نے مطلق بیان کیا اور صحابہ
کا نام نہ لیا جنسے یہ حدیث انکو پہنچی ہے تو جو محدث کہ حدیث مرسل کو مطلق قبول کرتے ہیں انکے نزدیک تو
قبول ہی ہے اور جو بشرط عضد و قوت قبول کرتے ہیں وہ اسوجہ سے قبول کرتے ہیں کہ مجاہد اور عبید بن عمیر سے
یہ حدیث روایت ہوئی ہے تو اب اس مرسل کے احتجاج میں کسیکو اختلاف نہ رہا اور اگر کَانُوْا یَسْتَحِبُّوْنَ کو صحابہ سے
روایت کرتے ہیں اور اجماع مراد ہے تو یہ قول متصل ہے کیونکہ طاوس نے اکثر صحابہ کی صحبت پائی ہے تو بلا شمار
روایت کی ہے اور جنسے کہ صحبت نہیں پائی ہے انسے روایت بالبلاغ کی ہے اور اگر کسی صحابہ سے روایت کی ہے
جیسا قول ثالث ہے جو صحیح ہے تو ان صحابہ سے کہ انکو ادراک کیا ہے پھر یہ حدیث متصل ہوئی اور صحت
صحیح حدیث انہی امور پر شامل ہے جنہیں ہمنے ذکر کیا ہے ثانی یہ کہ یہ حدیث متصل ہے چنانچہ ظاہر ہے اور
اول یہ کہ مرسل ہے جیسا اوپر تقریر کی گئی یہ پہلا قول ہو کہ سوا اجتہاد کے اسکو اور کوئی نہیں کہہ
سکتا ہے اور چونکہ تابعی نے مطلق کہا ہے اور صحابی کا ذکر نہیں کیا ہے جس سے یہ روایت انکو پہنچی ہے تو مرسل

ہوئی تو اس بنا پر ثانی یعنی سب صحابہ سے یا بعض صحابہ سے منقول ہونا اس مرسل کیلیئے قوت دیتا ہے
اعتضاد کی وجہ یہہ بھی ہے کہ فعل صحابہ اسکی موافق ہو تو ان دو عاضدوں کے سوا ایک عاضد ہے اور وہ
موقوف عاضد مجاہد اور عبید بن عمیر کا قول ہے تو اس حدیث میں ایک جملہ مرفوعہ مرسلہ اور ایک جملہ موقوفہ متصلہ ہے
جو اس جملہ مرسلہ کا مددگار ہے اور طاؤس نے جو اس طرح سے روایت کیا تو مقصود انکا یہہ ہے کہ حکم شرعی کی توجیہہ معلوم ہو
کہ سات دن تک میّت کیلیئے کھانا کھلانا مستحب ہے اور اسکا سبب یوں ذکر کیا ہے کہ موتیٰ ان دنوں اپنی قبروں میں
مبتلا رہتے ہیں اسلیئے فکانوا یستحبون پر فاء تفریع کی لائے ہیں اسکی نظیر جامع ترمذی میں اور بیہقی کے
شعب الایمان میں زہری کا قول ہے اِنَّمَا کُرِہَ المِندِیلُ بَعدَ الوُضُوءِ لِاَنَّ مَاءَ الوُضُوءِ
یُوزَنُ یعنی وضو کے بعد رومال سے پونچھنا مکروہ ہے اسلیئے کہ وضو کا پانی وزن کیا جاتا ہے زہری جو تابعی ہیں
انہوں نے حکم شرعی کی علت بیان کی ہے یعنی وضو کے اعضاء کی تری رومال سے پونچھی جاوے اسکا سبب
صرف احادیث مرفوعہ سے معلوم ہوتا ہے اسلیئے کہ وضو کی تری کا وزن ہونا ایک امر موقوف ہے جو ایک امر قیامت کا
ہے اور احادیث جو بجائے علت کے وارد ہوئی ہے مرسل ہے جسمیں صحابہ کا نام محذوف کیا گیا ہے شرح مسلم کے
آخر میں نووی کہتے ہیں کہ اگر فتویٰ دینے کی حاجت ہو تو صحابی مضمون حدیث مفتی فتویٰ میں کہہ سکتے ہیں
پر مرفوعاً روایت نہیں کہہ سکتے ہیں اور کبھی مرفوع بھی روایت کر سکتے ہیں اور رافعی اپنی شرح مسند میں لکھتے ہیں کہ
حجت والے انکی ساتھ حجت پکڑتے ہیں اور بحوالہ حدیث فتویٰ دیتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
انکو مسند نہیں کر سکتے ہیں اور طاؤس کا اثر ایک اور امر کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ جملہ اولیٰ متصل ہے کہ
صحابہ موتیٰ کیلیئے ان سات دنوں میں کھانا دینا مستحب جانتے تھے تو یہ خبر صریح ہے کہ صحابہ کو یہہ امر معلوم تھا
اور ان ایام فتنہ قبور میں یہ کام کرتے رہتے تھے یا وقت فتنہ کے ثابت ہیں اور جب صحابہ کو معلوم ہوا تو انکا
موقوف کھانا نیا ہے چنانچہ اسکی تقریر بیان ہوئی تو یہ حدیث مرفوع متصل ہوئی نہ مرسل کیونکہ طاؤس نے جو
صحابہ سے نقل کیا ارسال زائل ہو گیا اور اتصال ثابت ہو گیا اسی لیئے سیوطی نے اپنی ارجوزہ میں لکھا ہے کہ اسکی سند

صحیح ہی مرسل ہے اور یہی جہت سے روایت ہوتی ہی کہ متصل ہو اگرچہ بظاہر مرسل ہی پر اسکا متصل ہونا
ظاہر ہے بدینوجہ کہ طاؤس نے ان ایام میں کھانا کھلانیکا استحباب صحابہ سے نقل کیا ہے اس سے یہ بات معلوم ہوتی
ہی کہ فتنہ کا تحقق صحابہ کو معلوم تھا اور اس امر میں کہ طاؤس نے اسکو مرسل کیا ہے اور صحابی کا نام
نہیں لیا ہے یہ لطف ہے کہ یہ امر صحابہ میں مشہور تھا اور جن صحابیوں سے انہوں نے وہ روایت کی ہی وہ اتنے
بہت ہیں کہ نام لینے کی حاجت نہ تھی اسلئے کہ سب کا نام لینا بہت طوالت ہے اور ایک دو کے نام لینے سے یہ
خیال ہوتا ہے کہ یہ امر صرف انہی ایک دو سے سنا ہوگا نہ اوروں سے انکے سوا اور خصوصاً یہ صیغہ اس امر پر دلیل ہے
کہ سب امت یہ کام کرتے رہتے تھے تو نام نہ لینا بہت بلیغ ہوا بہرحال یہ حدیث مقبول ہے اور حجت ہے
اسلئے کہ بحث یہ ہے کہ یہ حدیث یا متصل ہے یا مرسل ہے جسکو مرسل دوم تقویت دیتی ہی اور یہ فعل سب
صحابہ کا ہی یا چند صحابہ کا یا تمام امت کا بہرحال یہ کلام اس میں ہے کہ یہ حدیث باعتبار فن حدیث و
اصول کی مقبول و حجت ہے، پانچویں وجہ امام عبد الجلیل بن موسی القصری نے شعب الایمان میں لکھا ہے
اور ابو زید جزولی نے رسالہ ابن ابی زید کی شرح میں نقل کی ہے کہ برزخ کی طرح ہی مکان نہ زمان
حال مکان قبر سے علیین تک کہ اسمیں سعدا کی روح رہتی ہے اور قبر سے سجین تک کہ اسمیں اشقیا
کی روح رہتی ہو زمان جب سے کہ تمام خلقت جن و آدمی اور سب مخلوق مری ہے اور مری جاتی ہی اور
قیامت تک اسمیں رہیگی حال یا نعمت و خوش عیشی ہے یا عذاب ہے یا قیدی ہیں کہ فرشتوں کے سوال اور
جواب کے بعد خلاصی پائینگے جو امتحان اور فتنہ کیلئے مقرر ہیں کلام تمام ہوا اور اس کلام سے او محبوسة
حتی یتخلص من الملکین الفتانین سے یہ ظاہر ہے کہ فتنہ قبر ایک مدت ہوتا ہے اور اس مدت تک جو سات
دن ہیں ارواح محبوس رہتی ہیں پھر چھوڑ دیجاتی ہیں تو قول انکی تائید ہے اور حافظ ابن رجب نے کتاب
اہوال القبور میں مجاہد سے روایت کی ہی کہ وقت دفن سے سات دن تک قبروں میں ارواح رہتی ہیں اس سے
جدا نہیں ہوتی ہیں یہ آثار ہیں ایک دعوے کی تائید کرتی ہیں چھٹی وجہ سب علما کا اسپر اتفاق ہے کہ فتنہ

منکر نکیر کا سوال مراد ہے اور احادیث اسمیں صریح ہیں ساتویں وجہ کوئی یہ اعتراض کرتا ہے کہ تمام
احادیث میں سات دن کے ذکر کی تصریح نہیں ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکی نفی کی بھی تصریح نہیں ہے اور نہ
یہ تعرض ہے کہ فتنہ ایکبار ہوگا یا زیادہ بلکہ وہ مطلق ہے ایکبار پر یا زیادہ پر صادق آتا ہے جب ذکر سات
دن کا بوجہ مقبول آیا ہے تو اسکا قبول واجب ہے اور اہل حدیث کے نزدیک ثقات کی زیادتی جو قبول ہوتی ہے
یہ بھی اسی قسم سے ہے اور اہل اصول مطلق کو مقید پر حمل کرتے ہیں آٹھویں وجہ اگر یہ کہا جائے کہ بعد روز
اول کے جو سوال ہوتا ہے یہ آیا ذکر جدید ہے یا ذکر سابق کی تاکید ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تاکید ہے اور فتنہ
صرف ایک ہی سوال ہوگا کہ اسکے رب اور دین اور نبی کا سوال کرینگے اور جواب بھی ایک ہی ہے کہ
سوال کے بعد دوبارہ کیا جائیگا اور پہلا جواب تاکید کے لئے ہے اور حدیث وارد ہے کہ سوا ان باتوں کے
اور کچھ نہ پوچھا جائیگا اس پر سب علما کا اتفاق ہے نویں وجہ اگر کوئی کہے کہ مکرر کرنے میں سات دن کی کیا
حکمت ہے اور کیا ذکر اول کافی نہ تھا تو جواب اسکا یہ ہے کہ سوال کرنے سے یہ مقصود نہیں ہے کہ جو حال
مردہ کا ہے وہ معلوم کیا جائے یا جب مردے نے جواب دیا تب اسکا حال معلوم ہوا معاذ اللہ کوئی عاقل بھی
خیال نکریگا اللہ تعالی سوال سے پہلے جو اسکا حال ہے سب جانتا ہے بلکہ فرشتے بھی جانتے ہیں چنانچہ
صحیح میں وارد ہے کہ فرشتے اسکا جواب سنکر کہینگے کہ تو اب آرام سے سو رہ ہم جانتے تھے کہ تو مومن ہے
اور اس سوال و جواب سے کئی فائدے ہیں ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف اور
انکی خصوصیت و فضیلت تمام انبیاء پر ظاہر ہوتی ہے یہ سوال صرف آپکی تعظیم کیلئے مقرر ہوا ہے ہر مردے
سے انکی قبر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرائی جاتی ہے اور کسی نبی کو یہ رتبہ نہیں ملا ہے حضرت
نے فرمایا کہ اہل قبر کو میرے باب میں فتنہ ہوگا اور میرا ہی سوال ہوگا یہ حدیث احمد اور بیہقی نے بسند صحیح
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے دسویں وجہ سات کا عدد جو اس حدیث میں
ذکر کیا گیا اسکی پہلے مناسبت یہ ہے کہ سات اور تین کا عدد شرع میں بہت واقع ہوا ہے چنانچہ اکثر امور دینی

وہاں تین یا سات کا عدد لیا جاتا ہے۔ وضو میں تین بار دھونے کا حکم ہے اور کتے کی نجاست میں سات بار
دھونیکا حکم ہے اسی لئے فتنۂ قبر میں جو مومن پر وارد ہوتا ہے سات دن کا حکم ہے دوسری مناسبت یہ ہے کہ
صراط پر سات گھاٹیاں ہیں اور ایک روایت ہے کہ سات پل ہیں اور حلیمی لکھتے ہیں کہ سوال قبر صراط پر
ٹھہرنے کی مشابہ ہے سات دن تک سوال ہونا اسلئے ہے کہ صراط پر سات جگہ ٹھہرنا ہے تیسری مناسبت
یہ ہے کہ اکثر احکام شرعیہ میں تین بار کا حکم ہوتا ہے اور سات بار بہت کم وضو و غسل و تسبیحات رکوع و سجود
تین بار ہوتی ہیں اور طواف کے شوط و سعی اور نماز عید کی رکعت اولی کی تکبیرات اور استسقاء سات
بار ہوتی ہیں تو دنیا میں انسان کا سوال و جواب ایک ہی بار ہوتا ہے اور قبر میں سات بار کیا گیا اور
چوتھی مناسبت یہ ہے کہ ہفتہ سات دن کا ہوتا ہے پھر نہ دنیا کے ہفتہ میں داخل ہے نہ آخرت کے اور حدیث
میں آیا ہے کہ ایام ہفتہ کے انسان کے عمل کے گواہ ہیں جو انہی کئے ہیں خیر ہو یا شر ہو تو مناسب ہوا کہ ان ہفتہ
کے اعمال کا سوال کیا جائے جسمیں وہ قبر میں آیا ہے اور پانچویں مناسبت یہ ہے کہ ان سوالوں کے بعد سجین سے
خلاصی ہوگی جو سات زمین کے نیچے ہے یا علیین پر جاتا ہے جو سات آسمانوں پر ہے اسلئے سات دن تک
ان سے سوال ہوگا کہ ہر دن ہر زمین اور ہر آسمان کے مقابلہ میں ہوگا اور چھٹی مناسبت یہ ہے کہ آخرت کے
جمعوں کا دنیا کا جمعہ ایک جمعہ ہے اور وہ جمعہ سات ہزار برس کا ہے کیونکہ ایک دن تیرے رب کا ہزار برس کے
مانند ہے جو تم شمار کرتے ہو تو مناسب ہوا کہ وہ سوال جو جنت میں پہنچا دے ایک جمعہ کی مدت ہو دنیا کے جمعوں
میں جو سات دن کا ہوتا ہے ساتویں مناسبت یہ ہے کہ سوال کا جواب جب اچھا ہوتا ہے تو ایمان ثابت ہوتا ہے
اور جہنم سے رہائی ہوتی ہے جسکے لئے سات طبقے اور سات دروازے ہیں تو مناسب ہے کہ سات دن تک
سوال رہے کہ ہر دن ہر طبقہ اور ہر دروازے کے مقابل ہو اور شریعت میں سات کے مناسبات بہت ہیں
ابن عباس لکھتے ہیں کہ لیلۃ القدر سات ہیں اور آسمان سات ہیں اور زمین سات ہیں اور طواف سات ہیں
اور انسان سات سے پیدا ہوا ہے اور زمین کے نباتات سات ہیں اور آدمی سات برس میں تمیز پاتا ہے اور پھر

سات برس میں بھی احتلام ہوتا ہے اور پھر سات برس میں اُسکا قد لمبا ہوتا ہے اور پھر سات برس میں عقل
کامل ہوتی ہے غرض یہ سب مناسبتیں ہیں جو عدد سات کے خاص کرنے والے ہیں **گیارھویں وجہ**
حکیم ترمذی اپنی سند سے حذیفہ بن الیمان سے روایت کرتے ہیں کہ قبر اور آخرت میں حساب ہوگا جسکا قبر میں
حساب ہوا اُسنے نجات پائی اور جسکا آخرت میں حساب ہوا اُسپر عذاب ہوا حکیم ترمذی کہتے ہیں کہ مومن کا قبر میں
حساب ہوتا ہے تاکہ قیامت میں اُسپر آسانی ہو جاوے اور عالم برزخ میں رہتا ہے جبتک کہ قبر سے نکلے نہیں یہ حدیث
اگرچہ حذیفہ پر موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے چنانچہ سابقاً مذکور ہوا اسکا شاہد وہ حدیث ہے جسکو
امام احمد بن حنبل نے اپنی سند میں حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
قیامت میں مومن کا جو حساب ہوتا ہے اُسکی مغفرت ہوتی ہے جب اُس سے قبر میں سوال ہو چکتا ہے **بارھویں وجہ**
اگر کہا جاوے کہ جب سات دن تک قبر میں فتنہ ہوتا ہو تو چاہیے کہ سات دن تک تلقین مشروع ہو اسکا جواب یہ کہ
یہہ کچھ ضرور نہیں ہے اسلئے کہ تلقین نہ حدیث صحیح سے ثابت ہے اور نہ حدیث حسن سے بلکہ باتفاق محدثین
تلقین کی حدیث ضعیف ہے **تیرھویں وجہ** فرشتے کس وقت آتے ہیں اسکی تصریح وارد نہیں ہوئی
ہے یہ تو وارد ہے کہ پہلے دن اُس وقت آتے ہیں جب لوگ میت کو دفن کر کے پھرنے لگتے ہیں اور عبید بن عمیر
کا قول ہے کہ مومن پر سات دن اور کافر پر چالیس دن فتنہ ہوتا ہے یعنی ہر روز شروع دن میں آتے ہیں
مگر چونکہ اربعین صباحاً سے اربعین یوماً مراد ہے اسلئے کہ عادۃً یوم کو صباح سے تعبیر کرتے ہیں یعنی جزو بولتے
ہیں جس سے کل مراد ہوتا ہے تو یہ دلیل نہیں ہو سکتی ہے کہ شروع روز میں آتے ہیں اور احتمال ہے کہ ان سب
ایام میں آتے ہوں اور اُسی ساعت میں آتے ہوں جو اول روز وقت دفن کے آئے تھے غرض اللہ تعالی کو اسکا
علم ہے اور ہمکو یہ علم ہوا کہ اول وقت آتے ہیں تو امر غیب کا ہے اسپر کسیکو اطلاع نہیں ہوتی ہے مگر حضرت
صاحب وحی کی جانب سے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کوئی دلیل بھی اسپر نہیں ہے تو کیونکر خیال ہو سکتا ہے کہ
طاؤس وغیرہ کی روایت کہ سات دن فتنہ رہتا ہے توقیفی ہے یہ سماعی ہے اور نہ اُنکے شاگردوں سے

پہنچی ہے جو صاحب الوحی سے روایت کرتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم حاشا وکلا جسکو کچھہ بھی تمیز ہوگی
وہ یہ گمان نہ کر سکیگا چودھویں وجہ احادیث مطلقہ میں وارد ہے کہ دونوں فرشتے تین بار اُسی مجلس میں
اُسپر سوال مکرر کرتے ہیں مگر احادیث ایام سبعہ میں اسکی تصریح نہیں ہے تو یہی حل ہوگا کہ یہ سوال
ہر روز ہوتا ہے اسلئے کہ جب احادیث سے بعض مقید ہوں بعض مطلق تو قاعدہ اصول کا یہ ہے کہ حدیث مطلق
مقید ہو جائیگی اپنی اطلاق پر نہ رہیگی پندرھویں وجہ اس مقام پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ بخاری کی حدیث
میں ہے کہ سوال کے بعد مردہ کو کہتے ہیں کہ تم آرام سے سو رہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب اسپر کچھہ تکلیف
نہوگی اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کلام اُس آدمی کا ہے جو فن حدیث میں نظر کامل نہیں رکھتا ہے اور علماء متکلمین
کی اصطلاح پر بخوبی واقف نہیں ہے جو سطرح کی احادیث و روایات سب طریقوں اور سندوں سے جمع کرتے ہیں
اور ہر حدیث و روایات سے فائدہ حاصل کرتے ہیں پھر جسمیں کوئی امر زیادہ نہیں پاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ
حدیث اُن احادیث کی مختصر ہے جنمیں زیادتی ہے بخاری کی حدیث اسماء بنت ابی بکر سے ہے کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مجھپر یہ وحی آئی ہے کہ تم قبر میں مبتلا ہوگے تم سے پوچھا جائیگا کہ
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں کیا جانتے ہو پھر مومن یا موقن کہیگا یہ محمد ہیں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہمکو ظاہر دلیلیں اور ہدایت لائے تھے ہمنے قبول کیا اور پیروی کی اسکو کہینگے کہ اب آرام سے
سو رہو ہم جانتے تھے کہ تو یقین والا ہے اور منافق یا شک والا کہیگا میں کچھہ نہیں جانتا ہوں لوگوں سے
سنا ہے کہ کچھہ کہتے تھے میں بھی وہی کہنے لگا یہ بخاری کی حدیث مختصر ہے اسمیں کچھہ زیادتی
نہیں ہے اور سوال کے باب میں جو احادیث ہیں وہ دراز ہیں صحیح ہیں انمیں بہت زیادہ ہے اُنپر اعتماد ہے
سوا اعتماد کے انپر اور کچھہ ہو نہیں سکتا ہے اب اگر ایک آدمی اسی امر کو قبول کرے جو ایک حدیث مختصر
میں ہے اور جو دوسرے مطول حدیثوں میں ہے اسکو چھوڑ دے تو اس سے یہ لازم آئیگا کہ جو احادیث صحیحہ میں
آیا ہے اسکو ترک کر دیا اور حدیث سبعہ اور حدیث بخاری میں منافات نہیں ہے ان دونوں کے جمع کی یہہ

صورت ہے کہ حدیث بخاری میں ہی کہ مجھپر وحی نازل ہوئی کہ تم فتنہ قبر میں پڑوگے آخر حدیث تک تھے یہ فتنہ
سات دن میں ہوگا حدیث بخاری کی مطلق ہو جسکا اطلاق ایک پر اور اس سے زیادہ پر ہوتا ہے

پانچواں باب اس امر کے بیان میں کہ صدقہ اموات کا کھانا اغنیاء کو جائز ہے

بعض لوگوں نے مجھسے یہ سوال کیا کہ صدقہ اموات کا کھانا اغنیاء کو جائز ہی یا نہیں میں نے یوں جواب
دیا ہو الموفق مستفتی کے امر مسئول کا جواب دو امر کی تسلیم پر موقوف ہے پہلا امر ثواب عبادات
مالیہ و بدنیہ سے موتی متمتع ہوتے ہیں یا نہیں اہل اعتزال کا یہ مسلک ہے کہ کسی قسم کا ثواب میت کو نہیں
پہنچتا انکی عمدہ استدلال اس آیہ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ہے انکی خیال میں اسکا
مفہوم یہ ہے کہ انسان کے لئے کوئی چیز مفید نہیں ہے سوائے اس امر کے جسکو انہوں نے خود کیا ایسی
صورت میں دوسرے کا فعل کسی میت کو مفید نہیں ہو سکتا اسکا جواب یہی ہے کہ یہ مطلب اسوقت
ہو سکتا تھا جب آیت میں لَا يَنْفَعُ اِلَّا مَا سَعٰى ہوتا آیت تو یوں ہے وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ
اِلَّا مَا سَعٰى اسمیں بغیر سعی کے ملک کی نفی کیگئی ہے یعنی آدمی کی ملک اسوقت تک نہیں ہو سکتی
جبتک اسنے سعی نہ کی ہو غیر کی سعی ساعی کی ملک ہوتی ہے اسے اختیار ہے کہ وہ کسیکو بخشدے یا اپنی ذات
کیلئے ذخیرہ چھوڑ رکھے ایسی صورت میں یہ آیت ہماری طرف سے خود مخالفین پر حجت ہوگی اسلئے کہ جس
شخص نے اپنے عمل کا ثواب میت کو ہبہ کیا اسنے یہ کوشش کی کہ وہ ثواب جو اپنے لئے موعود ہے غیر کو پہنچے
پھر بلحاظ اس آیت کے وہ ثواب غیر کو پہنچیگا عبادات مالیہ سے غیر کا متمتع ہونا ایسا امر ہے جسکا احادیث
متعددہ سے اچھی طرح ثبوت پایا جاتا ہے چنانچہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کو ذبح کیا
ایک کی نسبت فرمایا اَللّٰهُمَّ هٰذَا مِنْ اُمَّتِيْ جَمِيْعًا اور دوسرے کی نسبت ارشاد کیا اَللّٰهُمَّ
هٰذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ چنانچہ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے

قربانی میں اتفاق وم کا ثواب ہوتا ہے جسکی نسبت آپ نے فرمایا هٰذَا مِنْ اُمَّتِیْ جَمِیْعًا اب اس سے
بڑھکر کیا ہوگا خاص طور پر بھی آپ نے ایصال ثواب مالی کیلئے فرمایا ہے طبقات ابن سعد میں سعید بن
المسیب سے مروی ہے اِنَّ سَعْدًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ
وَلَمْ تُوْصِ فَهَلْ یَنْفَعُهَا اَنْ اَتَصَدَّقَ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ فَقَالَ اَیُّ الصَّدَقَةِ اَحَبُّ اِلَیْكَ
اَوْ قَالَ اَعْجَبُ اِلَیْكَ قَالَ الْمَاءُ ۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ سعدؓ نے جو عشرۂ مبشرہ سے تھے
آپکی خدمت میں حاضر ہوکے یہ کہا کہ امّ سعدؓ نے انتقال کیا مرنے سے پہلے کوئی وصیت نہیں کی پھر اگر کچھ
صدقہ دیا جائے تو کیا انکو فائدہ ہوگا آپ نے فرمایا ہاں سعدؓ نے پوچھا کونسا صدقہ آپکے نزدیک پسند ہے
چونکہ ملک حجاز میں پانی کی قلت رہتی ہے اور پانی کے لوگ زیادہ محتاج رہتے ہیں آپ نے اسکا فرمایا
چنانچہ امّ سعدؓ کیلئے سقایہ رکھا گیا چونکہ سقایہ میں صرف ہوتا ہے اسلیئے یہ عبادات مالیہ سے ہوگا در باب
عدم ایصال ثواب عبادات بدنیہ کے بعض اشخاص کا یہ خیال ہے کہ قیاس عبادات بدنیہ کا عبادات مالیہ
میں اس وجہ سے فاسد ہے کہ عبادات بدنیہ میں نفس امارہ کو تعب ہوتا ہے اور تذلل عبودیت کا اظہار کیا جاتا ہے
یہ سب امور ایسے ہیں جیسے غذا یا دوا کی تاثیر جسم میں ہوتی ہے ایسے مقام پر نیابت کا تحقق کیونکر ہوسکتا ہے
کہ تادیب حیوان و صبیان و نسوان اور انکی تہذیب اخلاق و مراقبات و اشغال اور اس قسم کے افعال
میں نیابت جاری ہو اور نائب سے میت کو ثمرہ پہنچے وَهُوَ مُحَالٌ بِحَسْبِ الْعَادَةِ الْاِلٰهِيَّةِ وَاِنْ كَانَ
مُمْكِنًا بِحَسْبِ قُدْرَتِهٖ تَعَالٰی عبادات مالیہ جو امور دینیہ میں داخل ہوگئے ہیں خیال سے کہ
مصالح و ذوی الحاجات کی حاجت رفع ہو اور سیاست مدنیہ کا نظم ہو اور ضعفائے اہل ملت ہلاکت و
تلف سے محفوظ رہیں ایسے امور میں نیابت جائز ہے ہم اس خیال کو اس وجہ سے بیہودہ تصور کرتے ہیں کہ
ہبہ ثواب عبادت بدنیہ میں احادیث مروی ہیں پھر قیاس کی ضرورت کیا رہی دارقطنی سے مروی ہے
کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ ہمارے ماں باپ تھے جنکی حیات میں ہم انکے ساتھ احسان کرتے تھے

پھر وہ مرگئے اب انکے ساتھ احسان کرنیکی کیا صورت آپنے فرمایا کہ اسکا طریقہ یہ ہے کہ جب تم نماز
پڑھتی ہو انکے لئے نفل کی نماز پڑھو جب روزہ رکھتی ہو انکے لئے نفل کا روزہ رکھو حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ
آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص قبر پر گزرے اور دس بار سورہ اخلاص پڑھکے اسکا ثواب مردوں کو
بخشے مردوں کے برابر اسکا ثواب پہنچیگا رُوِیَ اَنَّ رَجُلاً سَأَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ کَانَ لِیْ اَبَوَانِ اَبَرُّهُمَا حَالَ حَیٰوتِهِمَا فَکَیْفَ لِیْ بِبِرِّهِمَا بَعْدَ مَوْتِهِمَا فَقَالَ
لَهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْبِرِّ اَنْ تُصَلِّیَ لَهُمَا مَعَ صَلٰوتِكَ وَاَنْ
تَصُوْمَ لَهُمَا مَعَ صَوْمِكَ رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِیْ وَعَنْ عَلِیٍّ رض اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَرَّ عَلَی الْمَقَابِرِ وَقَرَءَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ عَشَرَ مَرَّاتٍ ثُمَّ وَهَبَ
اَجْرَهَا لِلْاَمْوَاتِ اُعْطِیَ مِنَ الْاَجْرِ بِعَدَدِ الْاَمْوَاتِ رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِیْ اس قسم کی بہت
سی روایات کتب احادیث میں مروی ہیں جنکا ذکر باعث تطویل ہے خیر اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ یہاں
قیاس ہی قیاس ہے جب بھی کوئی ایسا فارق نہیں ہے جس سے قیاس کو باطل ٹھرائیں جب عبادات مالیہ کا ثواب
پہنچانا جائز ہوا تو کوئی وجہ اسکی نہیں ہے کہ ہبہ ثواب عمل بدنیہ ناجائز ہو صدقات میں بھی نفس کو تعب
ہوتا ہے روپیہ بہت بچانا پڑتا ہے اسمیں بھی خلاف عقل یہ امر پایا جاتا ہے کہ کھانا کھائے ایک شخص و فائدہ کھائے
ایک دوسرا غرض جب اس قسم کے امور بحسب قدرت باری تعالی ممکن ہیں تو کوئی ضرورت انکار کی نہیں ہے
اگر انکار ہی کرنا تھا تو بہتر ہے مثل اہل اعتزال کے انکار کرنا تھا ہبہ ثواب عبادات مالی کا اقرار اور
ہبہ ثواب عبادات بدنی کا انکار لَا اِلٰی هٰؤُلَاۤءِ وَلَا اِلٰی هٰؤُلَاۤءِ ہے عبادات بدنیہ کی کیفیت
ہے کہ جو شخص عبادات میں مصروف رہتا ہے وہ عبادت کے وقت اپنے مناہی سے محفوظ رکھکے ایک ایسے امر
میں مشغول رہتا ہے جو حسن لذاتہ ہے پھر یہ شخص بھی مثاب ہوتا ہے جب کل معروف صدقہ کا انکار نہیں کیا
جاسکتا تو اس امر کی تسلیم چار و ناچار لازم آتی ہے کہ جسطرح ثواب عبادت بدنیہ سے میت کو نفع ہوتا ہے

اسیطرح اسکی عوارض و لوازمات سے وَمَنِ ادَّعٰی فَعَلَیْہِ الْبَیَان امام ابو حنیفہ امام مالک امام احمد
حنبل اور اکثر ائمہ شافعیہ کا مسلک یہی ہے کہ عبادات بدنیہ کا ثواب مردے کو پہنچتا ہے ۔ دوسرا امر
فاتحہ مرسومہ و نیاز متعارفہ ہند کا کھانا جائز ہے بعض اہل زیغ نے اسکی حرمت پر اُہِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہ سے
استدلال کیا ہے یعنی جب یہ بات کہی گئی کہ یہ کھانا فلاں بزرگ کی فاتحہ یا نیاز کا ہے اسپر غیر اللہ کا نام
آگیا جس سے وہ کھانا حرام ہوگیا یہ **استدلال محض نافہمی پر مبنی ہے** اسلئے کہ جماہیر مفسرین سلفاً
و خلفاً و شرقاً و غرباً و جنوباً و شمالاً یہی لکھتے آتے ہیں کہ مَا اُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ عِنْدَ الذَّبْح حرام ہے
اگر یہ قید نہ لگائی جائے تو بہت چیزوں کو حرام جاننا پڑیگا جو عرفِ عام و شرع میں حلال خیال کیجاتی ہیں
مثلاً دعوتِ ولیمہ و ختان کا کھانا یا وہ کھانا جو کسی مہمان کے لئے پکایا گیا ہو یا جو کھانا روزانہ اپنی اہل و
عیال کے کھانیکے لئے پکایا جاتا ہے اسلئے کہ مَا اُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہ کا ان سب پر اطلاق ہوتا ہے جو حرام قرار دیا گیا ہے
فاتحہ و نیاز مرسومۂ ہند عبادتِ بدنیہ و مالیہ پر حاوی ہے پھر اسمیں کسیطرح کا شبہہ نہیں کہ یہ امور مستحب
ہیں اور انکا کھانا حلال ہے ۔ رہی یہ بات کہ انکا کھانا اغنیا کو جائز ہے یا نہیں تو اس بات کو خیال رکھنا چاہیے کہ
جو لوگ فاتحہ و نیاز کرتے ہیں انہوں نے جس جسکے کھلانیکا ارادہ کیا ہے سب کو کھانا جائز ہے عام ازینکہ
وہ گھر کے عزہ ہوں یا دور کی برادری کے لوگ یا امرا یا اہل دول یا اہل علم یا فقرا یا مشائخ اور سب کے
کھانیکا ثواب بزرگوں کی روح پر فتوح کو پہنچتا ہے طبقات ابن سعد میں سعید بن مسیب سے مروی ہے اِنَّ اُمَّ
سَعْدٍ مَاتَتْ فَسُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ قَالَ اِسْقِ الْمَاءَ یعنی جب
ام سعد کا انتقال ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا صدقہ افضل ہے فرمایا پانی پلاؤ
ام سعد کے نام کا جو سقایہ رکھا گیا اس سے اجلہ خلفائے راشدین نے بلا نکیر پانی پیا پانی کھانے میں یہ فرق
نہیں ہے جسطرح کھانا معدہ میں پہنچنے کے بعد طبخ کیلوسی و کیموسی کے بدن میں منتشر ہوتا ہے اسیطرح
پانی کھانے کے ہضم کا معین ہوتا ہے پھر اگر اس پانی کا پینا ہوجہ کہ ام سعد کا صدقہ بھی حرام ہوتا تو خلفائے

راشدین ضرور اس سے احتراز کرتے اور نہ پیتے اور اگر یہ خیال ہوتا کہ اس پانی کے پینے سے اُمِ سعد ثواب سے محروم رہینگی جب بھی احتراز کرتے اسلئے کہ یہ پانی پینا اس غرض کے منافی ہوتا تھا جسکے لئے یہ پانی رکھا گیا تھا صحابہ کی شان اس سے اعلیٰ و ارفع تھی کہ وہ پانی سقایہ کا نوش فرما کے اُمِ سعد کو ثواب سے محروم رکھتے یا ایسا فعل کرتے جو انکی ورثہ کے مقاصد کے خلاف ہوتا طبقات ابن سعد میں سعید ابو حاتم سے مروی ہے قَالَ

سَمِعْتُ الْحَسَنَ وَسَاَلَهٗ رَجُلٌ اَشْرَبُ مَاءَ هٰذِهِ السِّقَايَةِ الَّتِيْ فِي الْمَسْجِدِ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ فَقَالَ الْحَسَنُ قَدْ شَرِبَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مِنْ سِقَايَةِ اُمِّ سَعْدٍ فَمَه

جب صحابہ کے زمانہ میں ماءِ صدقہ کا پینا اغنیاء کو جائز و باعثِ ثواب خیال کیا گیا ہو اور خلفاء راشدین سے حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ نے پیا ہو اور حضرت امام حسن علیہ السلام نے اسکا پینا جائز خیال کیا ہو پھر اغنیاء زمانہ کے لئے ناجائز لکھنا نہ صرف نامشروع ہے بلکہ چھوٹا منہ بڑی بات ہے ؎ بہ سرِ قصّۂ سیمرغ و قصّۂ ہدہد کسے رسد کہ شناسائے منطق الطیر است ۔ اُمِ سعد کیلئے جو کنواں کھودا گیا تھا اسکا پانی بھی سب پیتے تھے کوئی شخص کہیں سے ثابت تو کرے کہ صحابہ نے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے پینے سے انکار فرمایا بیر رومہ کی کیفیت سے کتب احادیث و سیر و تاریخ مالامال ہیں یہ کنواں ایک یہودی کی ملک تھا جو کنویں کا پانی قیمت پر مسلمانوں کو دیتا تھا جس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچتی تھی آپنے فرمایا مَنْ يَّشْتَرِ رُوْمَةَ فَيَجْعَلُهَا لِلْمُسْلِمِيْنَ يَضْرِبُ بِدَلْوِهٖ فِيْ دِلَائِهِمْ وَلَهٗ بِهَا شِرْبٌ فِي الْجَنَّةِ حضرت عثمانؓ کو اس کنویں کے خریدنے کی فکر ہوئی یہودی کے پاس آئے جو مالک اسکا تھا اور خریداری کی خواہش ظاہر کی یہودی نے پوری کنویں بیچنے سے انکار کیا حضرت عثمانؓ نے بارہ ہزار درہم پر نصف کنواں خریدکے مسلمانوں پر تصدق کیا پھر یہ ٹھہری کہ ایک دن کنواں مسلمانوں کے حصہ میں ہے ایک دن یہودی کے مسلمان اپنے حصہ کے دن بجائے اسقدر پانی اینچ لیتے تھے جو دو دن کے لئے کافی ہوتا تھا یہودی نے گھبراکر دوسرا حصہ بھی حضرت عثمانؓ کے ہاتھ آٹھ ہزار درہم پر بیچا پھر حضرت عثمانؓ نے

پورا کنواں مسلمانوں پر صدقہ کیا عام ازینکہ فقیر ہوں یا غنی یا ابن السبیل اس کنوئیں کا پانی عموماً صحابہ استعمال کرتے تھے بلکہ سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم بھی حضرت عثمانؓ نے فتنہ کے وقت اس کا ذکر سے احتجاج کیا تھا جامع ترمذی میں ہے اُذَكِّرُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اِنَّ رُوْمَةَ لَمْ يَكُنْ يَشْرَبُ مِنْهَا اَحَدٌ اِلَّا بِثَمَنٍ فَابْتَعْتُهَا فَجَعَلْتُهَا لِلْغَنِيِّ وَالْفَقِيْرِ وَابْنِ السَّبِيْلِ خلاصۃ الوفا باخبارِ دار المصطفےٰ میں علامہ نور الدین سمہودی نے لکھا ہے وَلِابْنِ شَبَّةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يَّشْتَرِيْ رُوْمَةَ شَرِبَ رَوَاءً فِي الْجَنَّةِ فَاشْتَرَاهَا عُثْمَانُ رضؓ مِنْ مَالِهٖ فَتَصَدَّقَ بِهَا اس تقریر سے یہ بات اچھی طرح ظاہر ہوگئی کہ صدقہ عام کا کھانا پینا گو وہ موتیٰ کو ثواب پہنچانے کیلئے کیوں نہ ہو جائز ہے انتہیٰ کتبِ فقہیہ میں جہاں اسکی ممانعت ہے اسکی وجہ خاص یہ ہے کہ اس کھانے سے جو موتیٰ کے صدقہ کے لئے پکایا جاتا ہے صرف فقراء کا کھلانا مقصود ہوتا ہے پھر غنیاء کو اسکا کھانا یا کھلانا بیشک مکروہ ہے ہاں جب اموات کا کھانا پکایا جاوے اور یہ نیت کیجائے کہ غنیا بھی کھلائے جائینگے تو جو کھانا غنیاء کو کھلایا جائیگا اُسے صدقہ کا کھانا نہ کہینگے بلکہ اُسے ضیافت کا کھانا کہینگے اور ضیافت کا کھانا غنیاء کو کھانا درست ہے اور اگر صدقہ کا کھانا کہیں جب بھی اُسکا کھانا اس وجہ درست ہے کہ غنیاء کو جو صدقہ کا کھانا کھلایا جاتا ہے وہ صدقہ نہیں رہتا ہے بلکہ ہبہ ہو جاتا ہے حدیقہ ندیہ علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی میں ہے لِاَنَّ الصَّدَقَةَ عَلَى الْغَنِيِّ هِبَةٌ بہ سبب مناسبتِ مقام کے چند مسائل شرح معانی الآثار طحاوی و حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ و درمختار و رد المحتار و شرح الیاس و برجندی و شرعۃ الاسلام و فتح الباری شرح صحیح بخاری سے ذکر کیا جاتا ہے جو رہے جاتے تھے اور جنکا ذکر کرنا ایک ضروری امر تھا مسئلہ تعزیت کرنیوالونکو اہلِ میت کے برابر ثواب ملتا ہے مسئلہ تعزیت میں ایسی بات کہی چاہیے جس سے اہلِ میت کے قلب کو تسکین ہو اور اس سے کہنا چاہیے کہ اسپر ثواب جزیل کا وہ مستحق ہے مسئلہ تعزیت یوں کہی جائے اَعْظَمَ اللّٰهُ اَجْرَكَ وَاَحْسَنَ عَزَاءَكَ وَغَفَرَ لِمَيِّتِكَ مسئلہ تعزیت کرنیوالے کو چاہئے کہ اہلِ میت کا مصافحہ کرے اس سے اہلِ میت کو تسکین ہوتی ہے

مسئلہ اہلِ میت کو چاہئے کہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم پڑھا کریں مسئلہ تعزیت
صبر کے باب میں کسیکو خط لکھنا مستحب ہے معاذ بن جبل کے بیٹے کا انتقال ہو گیا تھا تو معاذ بہت روتے تھے
آپنے انکو نامہ تحریر فرمایا جسمیں صبر کیلئے تاکید فرمائی مسئلہ اکثر فقہا کا مذہب یہی کہ تین دن کے بعد
تعزیت مکروہ تنزیہی ہے تاکہ نیا غم اسی پیدا نہو لیکن غائب کے لئے تین دن کے بعد جائز ہے مسئلہ دوبارہ تعزیت
مکروہ ہے چنانچہ حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے مسئلہ قبر کے پاس تعزیت مکروہ ہے اسلئے کہ
قبر کے پاس قرآن پڑھنا چاہئے میت کیلئے دعا کرنی چاہئے نہ آنکہ تعزیت مسئلہ گھر کے در پر تعزیت کیلئے بیٹھنا
اہلِ جاہلیت کے کاموں سے ہے جو منہی عنہ ہے اور اس قسم کی تعزیت مکروہ ہے مسئلہ عورتوں کو تعزیت کیلئے بیٹھنا
نہ چاہئے مسئلہ روپے پیسے کا یا کسی معاش کا اسلئے وقف کرنا کہ اسکے محاصل سے قرآن شریف پڑھا جائے
یا نماز پڑھی جائے یا سُبْحَانَ اللّٰہِ یا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یا درود پڑھا جائے عام ازینکہ کسی مسجد یا
مقبرہ یا خانقاہ کی تخصیص کیجائے اور نماز کی رکعات کی تعیین اور سُبْحَانَ اللّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
کی تعداد کہ اتنی بار یا لاکھ یا کروڑ مرتبہ پڑھا جائے بیان کیجئے یا نہ کرے اور ان امور کی نسبت یہ نیت کرے کہ
اسکا ثواب وقف کرنیوالے کی روح کو یا اسکی ماں یا باپ یا بیٹا یا بی بی یا استاد یا معلم وغیرہ وغیرہ کو پہنچے تو
یہ جائز ہے اور ثواب بھی پہنچتا ہے اسلئے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک آدمی کیلئے جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب
غیر کو ہبہ کرے عام ازینکہ نماز ہو یا روزہ یا قراتِ قرآن یا ذکر یا طواف یا حج یا عمرہ یا اسکے سوا رہا قی
رہی یہ بات کہ حدیث میں وارد ہے کہ لَا یُصَلِّیْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلَا یَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ
تو اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص کسیکے لئے نہ نماز پڑھے نہ روزہ رکھے اگر ایسا کریگا تو دوسرے شخص کو
ثواب نہ پہنچیگا بلکہ اسکے معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی شخص کسیکی طرف سے نماز پڑھیگا یا روزہ رکھیگا تو اس نماز و
روزہ سے وہ شخص جسکی ذمہ سے بری نہوگا جسکی طرف سے نماز پڑھی گئی اور روزہ رکھا گیا اہلِ سنت و
جماعت کے مسلک پر ثواب پہنچنے میں کسیطرح کا شبہہ نہیں ہے اس قسم کا ثواب احیا و اموات دونوں کو

پہنچتا ہی عام ازینکہ ثواب کے باب مین خاص اپنی نیت کی ہی یا غیر کی اگر کسی نے اپنی نیت کی پھر یہ نیت
کی کہ کسی دوسرے شخص کو ثواب پہنچے تو کچھ مضائقہ نہین ہے، حسب نیت کے ثواب پہنچیگا مسئلہ اگر کوئی شخص
کچھ روپے پیسے لیکے اپنی عبادت دوسرے کیلئے ہبہ کرے تو اسمین اختلاف ہے، بعض کہتی ہین کہ جائز نہین ہے
اسلئی کہ عبادت کا ثواب عقد بیع مین داخل نہین ہو سکتا بیع ایسی امور کے ساتھہ مخصوص ہے جو دنیوی ہین
پھر ثواب کا بیع کرنا کیونکر جائز ہوگا بعض کہتی ہین کہ جائز ہے اسوجہ سی کہ روپے پیسے بطور صدقہ کے دئے
گئے ہین اور صدقہ کا لینا دینے والے کو ثواب ملنے سی منع نہین کرتا مسئلہ اگر کوئی شخص بطور پر وقف
کرے کہ فلان مسجد کے امام یا خطیب کو دیا جائے یا فلان حافظ کو دیا جائے تو یہ جائز ہی اسلئی کہ اسمین صرف یہ شرط
لگائی گئی ہی کہ جس شخص میں اس قسم کے اوصاف پائی جاتے ہوں اسکو دیا جائے یہ دینا بطور صدقہ کے ہوا
اسمین کوئی دوسری قید نہین لگائی گئی ہی مسئلہ اگر کوئی شخص وصیت کری کہ جو شخص قرآن یا نماز یا
درود یا کلمہ پڑھکے اسکو ثواب بخشے تو اسکو موصی کے مال سی اسقدر روپے دئی جائیں تو اگر موصی نے
بمعاوضہ تلاوت و ذکر کے روپے و پیسے دئے ہین تو موصی لہ کو یہ روپے پیسے لینا جائز نہین ہے اور اگر موصی نے
روپے و پیسے صدقہ کئی ہین اور ثواب بوجہ اللہ تعالیٰ بخشا ہی تو درست ہے اور وصیت بھی صحیح ہے مسئلہ
اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ اسکے مرنیکے بعد تین دن تک کھانا کھلایا جائے تو اگر اسکی نیت اس وصیت سے
یہ ہی کہ زنان نائحہ کو کھانا کھلایا جائے تو یہ وصیت باطل ہے اگر صرف ایصال ثواب مقصود ہو تو یہ وصیت
جائز ہے ابی جعفر نے یہ وصیت کی تھی کہ انکے مرنیکے بعد لوگونکو کھانا کھلایا جائے فتاویٰ خانیہ میں
ابی قاسم سے مروی ہے کہ پہلے روز اہل میت کو کھانا کھلانا مکروہ نہین ہے اسواسطے کہ وہ لوگ میت کے
دفن وغیرہ میں مصروف رہتے ہیں تیسری دن مستحب نہین ہے، اسلئی کہ اسدن زنان نائحہ جمع ہوتے ہیں تو
اسدن کھانا کھلانا گناہ کی اعانت کرنا ہے اسی وجہ سے فقہا نے کہا ہی کہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ اسکے
مرنیکے بعد تین دن کھانا کھلایا جائے تو یہ وصیت باطل ہے سائحانی نے بطلان وصیت کی یہ وجہ لکھی ہے کہ

یہ وصیت ایسے لوگوں کے ساتھہ متعلق ہی جو اس سے واقف نہیں ہیں اسکی نظیر یہ ہے کہ کسی شخص نے یوں کہا
اَوْصَیْتُ لِلْمُسَلِمِیْنَ اس لفظ میں کوئی قید ایسی نہیں ہے جو حاجت پر دلالت کرے تو مجہول شخص کو مالک
کرتا ہوا جو صحیح نہیں ہے اس تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ فقہا کے نزدیک یہ وصیت اس وجہ سے باطل نہیں ہے کہ ایام کی
تخصیص کیگئی بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ اُسکی نیت سے یہ بات سمجھی گئی کہ نائحہ کو کھلانا منظور ہے جو ناجائز ہی یا
اُسنے مجہول شخص کی تملیک کی جو صحیح نہیں ہے، **مسئلہ** شمع یا قندیل یا چراغ بے ضرورت روشن کرنا
اسراف میں داخل ہے جو منہی عنہ ہی اگر روشنی کا کوئی فائدہ ہو تو جائز ہے مثلاً قبر مسجد کے قریب ہو یا
رستہ پر ہو یا وہاں کوئی بیٹھا ہو یا ولی یا عالم کی قبر ہو تو مضائقہ نہیں اولیاء اللہ او رعلماء کی قبر پر جو
روشنی کرتے ہیں اس سے یہ غرض ہوتی ہی کہ لوگونکو معلوم ہو جا کہ یہ بزرگ کا مزار ہے تاکہ لوگ اس سے
برکت حاصل کریں اور وہاں آکر اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کریں اور وہ دعا بسبب برکت توسل بزرگ
مستجاب ہو جا مسالک الحنفا میں ہے کہ ابن رسین نے اس امر پر فتوی دیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ نذر کرے کہ
فلاں ولی کے مزار پر چراغ یا شمع روشن کرینگے تو یہ نذر اسوقت صحیح اور واجب العمل ہو جاتی ہے کہ
اس ولی کے مزار پر لوگ اس غرض سے شب کو ٹھہرتے ہوں تاکہ قبر کے پاس وہ لوگ قرآن وغیرہ پڑھیں
اگر ایسا نہو تو صرف قبر پر روشنی کی نذر صحیح نہیں ہے، **مسئلہ** قبر کے پاس جو مسجدیں بنائی جاتی ہیں
اُنکی کئی صورتیں ہیں جنسے احکام بدل جاتے ہیں **پہلی صورت** قبر وں کے درمیان میں نماز کے لئے
جگہہ بنانا اور اسمیں فرض و نوافل کا پڑھنا یہ ناجائز صورت ہی **دوسری صورت** قبر پر مسجد
بنائی جائے یہ صورت بھی ناجائز ہے اسلئے کہ قبروں پر یہود مسجد بناتے تھی تو یہود کی مشابہت ہوگی
ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَعَنَ اللّٰہُ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ
وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْھَا الْمَسَاجِدَ یعنی اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اُن عورتوں پر جو
قبروں کی زیارت کرتے ہیں اور ان لوگوں پر جو قبروں پر مسجد بناتے ہیں اسکا مطلب یہ ہی کہ جو عورتیں

بن ٹھن کے کھلم کھلا زیارتِ قبور کیلئے آتی ہیں تاکہ مردوں کو فتنہ میں ڈالیں اور مردوں کے قلوب کو اپنی طرف متوجہ کریں جس سے کسی قسم کا فساد واقع ہو یا فساد ہونیکی توقع ہو تو یہ صورت ناجائز ہے اور ایسی عورت پر لعنت کیگئی ہے اگر عورت عفیفہ وصالحہ ہو اور اپنے کو برقع یا چادر میں اوڑھ لپیٹ کے نظر کو بچا کے زیارت کرے تو جائز ہے یا یہ وجہ ہو کہ اگر قبر کی زیارت رونے کی تجدید اور ندبہ کی نیت سے ہو جیسے عورتوں کی عادت ہوتی ہے تو جائز نہیں اور اگر عبرت یا برکت حاصل کرنیکے لئے ہو تو جائز ہے معہذا جوان عورتوں کو مکروہ ہے **تیسری صورت** یہ ہے کہ مسجد قبر پر نہ بنائی جائے بلکہ قبرستان کے قریب بنائی جائے تاکہ لوگ اسمیں نماز پڑھیں یہ صورت ناجائز نہیں ہے اور اسمیں نماز کا پڑھنا درست ہے کبھی آدمی زیارتِ قبور یا دفن موتی کیلئے مقبرہ میں آتا ہے اور نماز کا وقت آجاتا ہے پھر اگر کوئی مسجد قبرستان کے قریب بنائی گئی تاکہ لوگ اسمیں نماز پڑھا کریں تو اسمیں کسی قسم کا مضائقہ نہیں ہے **چوتھی صورت** جوارِ صالح میں مسجد کا بنانا اور حصول برکت وآثارِ عبادت کے لئے اسمیں نماز کا پڑھنا جائز ہے اسلئے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر مسجدِ حرام میں حطیم کے پاس ہے پھر یہ مقام ان مواقع سے افضل ہے جہاں جہاں نماز پڑھتے ہیں **مسئلہ** نیاحت حرام ہے اور یہ کام ہے جسے ایامِ جاہلیت میں کرتے تھے اسکی صورت یہ ہے کہ مردے کے خصائل وتعریف بیان کیجائے اور شور وغل مچایا جائے **مسئلہ** نوحہ کرنا چیخنا جیب کا پھاڑنا مکروہ ہے **مسئلہ** کپڑا پھاڑنا کپڑا سیاہ پہننا مکروہ ہے مگر عورتوں کو سیاہ کپڑا پہننا جائز ہے **مسئلہ** چہرہ یا ہاتھ سیاہ کرنا منہ نوچنا بالوں کا پراگندہ کرنا سر پر خاک اڑانا زانوں پر دو ہتڑ مارنا سینہ کوٹنا قبر پر آگ کا روشن کرنا رسومِ جاہلیت سے ہیں **مسئلہ** اس طرح پر رونا جائز ہے جس سے آواز بلند نہو عام ازینکہ میت کے گھر کیوں نہو بشرطیکہ ندبہ ونیاحت کے ساتھ نہو **مسئلہ** صبر افضل ہے **مسئلہ** اگر آنسو جاری ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم کے انتقال پر روئے تھے غرض جو شخص کسی شخص کی مصیبت میں مبتلا ہو اسی حد سے متجاوز نہونا چاہیئے یہانتک کہ نوحہ شروع کردے یا کپڑا پھاڑے منہ نوچے علیٰ ہذا القیاس وہ بھی کرے جس سے مصیبت کا استخفاف ہو

بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنی چاہیئے اور تھوڑی دیر تک قاری کے ساتھ بیٹھنا چاہیئے جس سے یہ معلوم ہو کہ وہ محزون ہے اور سخت مصیبت پڑ گئی ہی مسئلہ اپنے حزن کا حال ظاہر کرنا جائز ہے مسئلہ اگر جنازہ کے ساتھ نائحہ یا صائحہ ہو تو زجر کیجئے اگر نمانے تو جنازہ کے ساتھ چلنا چاہیئے اسلئے کہ اتباع جنازہ سنت ہے پھر سنت ایسی بدعت سے چھوٹی نہ جائیگی جس بدعت کا مرتکب ایک غیر شخص ہے مگر دل سے اسے مکروہ سمجھنا چاہیئے مسئلہ اگر کسی رونے والے کی آواز اسلئے سنے تاکہ اسکا قلب ملائم ہو تو ایسے شخص کو مضائقہ نہیں جو آپ کو فتنہ سے مامون و محفوظ رکھے مسئلہ اگر کوئی عورت میت کے گھر میں اسی ندبہ کرے اور اسکی لیاقت کا حال بیان کرے اور اسکی ساتھ عورتیں روئیں تو ابو حامد کہتے ہیں کہ اگر وہ طمع سے یہ فعل کرتی ہی تو مکروہ ہے اور اگر بے طمع کرتی ہی تو مضائقہ نہیں مسئلہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک قبر پر بناء مکروہ ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک قبر پر لکھنا مکروہ ہے بعض مشائخ کہتے ہیں کہ علامت کے لئے پتھر کا رکھنا یا قبر پر لکھنا مضائقہ نہیں ہے شرح مختصر وقایہ برجندی میں فتاوی ظہیریہ سے منقول ہے کہ قبر پر لکھنا کچھ مضائقہ نہیں ہے فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ بعض کے نزدیک قبر پر لکھنا کچھ مضائقہ نہیں ہے ذخیرۃ العقبیٰ حاشیہ شرح وقایہ میں ہے کہ جو کراہت کتاب الصلوٰۃ اور اسکی متعلق میں مذکور ہوتی ہی اس سے کراہت تنزیہی مراد ہوتی ہی اور جو کتاب الصید و حظر و اباحۃ میں مذکور ہوتی ہی اس سے کراہت تحریمی مراد ہوتی ہے ابن حجر مکی تحفۃ المحتاج شرح منہاج میں اذرعی سے نقل کرتے ہیں کہ قبر پر قرآن کا لکھنا حرام ہی اسلئے کہ توہین ہوتی ہی قبر کو لوگ پامال کرتے ہیں جب اسمیں کوئی مردہ دوبارہ دفن ہوتا ہے تو پہر مردے کے جسم کی نجاست گرتی ہی اور سوا اسکی حرف قرآن پر پانی برسات کا پڑتا ہی البتہ قبر پر صاحب قبر کا نام لکھنا مندوب ہے تاکہ جب بہت زمانہ گزر جائے تو اس سے معلوم ہو کہ یہ قبر فلاں شخص کی ہی خصوصاً انبیاء وصالحین کی قبر پر لکھنا چاہیئے اسلئے کہ یہ ذریعہ ہے اعلام کا جو مستحب ہے حاکم سے جو نہی مروی ہی اذرعی نے کہا اسپر عمل نہیں ہے اسلئے کہ شرقاً و غرباً ائمہ مسلمین کی قبور پر لکھا ہوا پایا جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ لوگ بزرگوں سے اسطرح نقل کو پاتے ہوے چلے آتے ہیں ابن حجر اس کلیہ پر منع وارد کرتے ہیں اور

لکھتے ہیں کہ اگر فرض کریں تو قبور پر بنا بہ نسبت تابت کے زیادہ نظر آتی ہی خصوصاً حرین و مصر
میں حالانکہ اس باب میں نہی وارد ہے سید عمر بصری حاشیہ تحفہ میں لکھتے ہیں کہ قبر پر سایہ کرنا مکروہ ہے
اسلئے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اسکو چھوڑ دو میت کا عمل اسپر سایہ کریگا علما کا قول ہی کہ حضرت عمرؓ نے
سایہ کرنیکے لئے کوئی صحیح غرض نہ پائی ہوگی اسلئے یہ فرمایا ہوگا جب کوئی صحیح غرض پائی جائے تو کچھہ
مضائقہ نہیں ہے مثلاً کوئی گنبد یا چھت اسلئے قبر پر بنائی جاوے تاکہ وہاں لوگ بیٹھکر قرآن وغیرہ
پڑھیں اور گرمی سردی سے محفوظ رہیں تو کچھہ مضائقہ نہیں ہے، مسئلہ عورتونکی قبر پر چادر کا ڈالنا
جائز ہے انس بن مالک ابی زید انصاری کے دفن میں شریک تھے قبر پر چادر ڈالی گئی تب عبداللہ
بن انس نے کہا کہ چادر اٹھالو عورتونکی قبر پر چادر ڈالی جاتی ہی انس بن مالک نے اسکا انکار نہ کیا
مردونکی قبر پر چادر ڈالنے سے عورتوں کے ساتھہ مشابہت ہوتی ہی مگر ضرورت کے وقت مردونکی قبر پر چادر کا
ڈالنا جائز ہی مثلاً جب سخت گرمی ہو یا پانی پڑتا ہو یا اولے پڑتے ہوں مسئلہ فقیہ ابو اللیث لکھتے ہیں کہ
میں قبر پر ہاتھہ رکھنا سنت یا مستحب نہیں جانتا اور میں اسمیں مضائقہ نہیں خیال کرتا علاؤالدین تاجری کہتے
ہیں کہ ہمنے سلف کو بدون انکار کے اسی طریقہ پر پایا بعض اسے بدعت اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ نصاری کی عادت تھی
مسئلہ قبر کو گچ کرنا یا مٹی لگانی مکروہ ہے، امام احمد مٹی لگانی جائز خیال کرتے ہیں نہبہ المختار میں ہے کہ مکروہ
نہیں شرح مختصر وقایہ برجندی میں ہے کہ کچھہ مضائقہ نہیں ہے مسئلہ قبرستان میں جوتا پہن کے
چلنا امام ابی حنیفہ و صاحبین کے نزدیک جائز ہی مسئلہ اگر جوتی میں نجاست ہو تو نکال ڈالے مسئلہ زیارت کے وقت
چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے میت کے پاؤنکی طرف سے آئے تاکہ بصر میت کے مقابل ہو اور یوں کہے، السلام علیکم
دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون ونسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ پھر
تک کھڑا ہو دعا کرے اور اگر بیٹھے تو مرتبہ کا لحاظ رکھے یعنی میت کی حالت حیات میں جسقدر قریب یا بعید بیٹھتا
اسیطرح بیٹھے مسئلہ جب مقبرہ میں داخل ہو سورہ الحمد میں پڑھے یا جو ہو سکے پڑھے سورہ فاتحہ اول بقرہ مفلحون تک

و آیۃ الکرسی و آمن الرسول و سورۂ یٰسین و تبارک الذی و سورۂ تکاثر و سورۂ اخلاص بارہ مرتبہ یا گیارہ مرتبہ یا سات مرتبہ

پھر کہے خداوندا اسکا ثواب فلاں شخص یا اشخاص کو پہنچا۔ مسئلہ اپنے لئے قبر کھدوا رکھنا جائز ہے عمر بن عبد العزیز و

ربیع بن خثیم وغیرہما نے اپنے لئے قبر کھدوا رکھی تھی بعض لوگ اسے مکروہ کہتے ہیں مسئلہ اپنے لئے کفن بنوا رکھنا جائز ہے

مسئلہ میت کی پیشانی پر یا عمامہ پر یا کفن پر عہد نامہ لکھنا جائز ہے اور بعض بزرگوں نے جنہوں نے اسکی تحریر کی

وصیت کی تھی اسکے فوائد حاصل ہوئے ہیں عہد نامہ جو کفن پر لکھا جاتا ہے یہ ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ

اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ یا یہ ہے اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ

وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمٰنَ الرَّحِیْمَ اِنِّیْ اَعْهَدُ اِلَیْكَ فِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا اَنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّكَ

اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ صَلَّی اللّٰهُ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ تُقَرِّبْنِیْ مِنَ الشَّرِّ وَتُبَاعِدْنِیْ

مِنَ الْخَیْرِ وَاَنَا لَا اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِكَ فَاجْعَلْ لِّیْ عَهْدًا

عِنْدَكَ تُوَفِّیْنِیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ نوادر الاصول

میں ترمذی سے منقول ہے کہ یہ دعا کیلئے اصل ہے فقیہ ابن عجیل اسکی اجازت دیتے تھے ابن صلاح نے فتویٰ

دیا ہے کہ کفن پر سورۂ یٰسین و کہف وغیرہ نہ لکھنا چاہیے اسلئے کہ مردے کے جسم سے جو اس سے نجس ہو جائیگا مردے کی

پیشانی پر بعد غسل کے قبل تکفین کے بغیر سیاہی کے انگشت شہادت سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لکھنا چاہیے اور سینہ پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ مسئلہ قبر پر بیٹھنا

امام و صاحبین کے نزدیک پاخانہ پیشاب کیلئے ناجائز ہے اور یوں بیٹھنا منع نہیں ہے حضرت علی و

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم قبر پر بیٹھتے تھے واللہ اعلم بالصواب

خاتمۃ الطبع از رئیس نامی و طبیب گرامی جناب حکیم محمد عبد القدوس صاحب سکندرپوری عم فیضہ

بعد حمد و صلوٰۃ کے خاکسار محمد عبد القدوس سکندرپوری عرض کرتا ہے کہ جب سے ہندوستان میں
اسلام کی روشنی چمکی اُس زمانہ سے جس طرح بہت سے احکام شرعی نے یہاں رواج پایا اسی طرح ایصال ثواب اموات کے
طرق کا بھی عملدرآمد ہوا جسے شارع نے ٹھیرایا تھا جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اُسکے ورثہ یا احباب انواع و اقسام سے
ایصال ثواب مالی و بدنی میں کوشش کرتے ہیں خصوصاً قریب ایام موت میں جسمیں میت فتنۂ قبر میں مبتلا ہوکر زیادہ تر ایصال
ثواب کے محتاج رہتے ہیں سوم دہم چہلم میں جو میت کے ثواب کیلئے فقراء کو کھانا کھلایا جاتا ہے یا اُنکی طرف سے
صدقہ دیا جاتا ہے یا قرآن پڑھا جاتا ہے یا درود یا کلمۂ طیب پڑھا یا پڑھوایا جاتا ہے یہ سب ایسے امور ہیں جن سے
میت کو فتنہ سے بچاؤ کیلئے بہت کچھ مدد ملتی ہے یہ طریقہ ہندوستان میں اتنی مدت سے جاری ہے جسکی نسبت میں
کہہ سکتا ہوں کہ ایک ہزار برس سے زیادہ گذر گئے۔ اہل اسلام کا طریقہ اسی طرح مدت سے برابر ایک نہج پر بلا نکیر
سلفاً و خلفاً چلا آتا ہے۔ چند سال سے حکومت اسلام کے اُٹھ جانے سے دین میں جہاں بہت کچھ بکھیڑے لوگوں نے
پھیلا رکھے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ ایصال ثواب سے مردوں کو محروم کرنیکے لئے بعض بعض حضرات ہاتھ دھو کر پیچھے
پڑے ہیں اور قسم قسم کے دلائل اسکی حرمت پر پیش کرتے ہیں چونکہ انکے دعوے کا اثر اموات کے حق ثواب پر پڑتا ہے تو
اس خیال باطل سے کہ اموات کیطرف سے جواب پیش نہیں ہو سکتا ایک طرفہ فیصلہ کی امید پر پنجوں کے بل کھڑے ہوتے
چلتے ہیں اگرچہ اہل انصاف نے ان لوگوں کے جواب میں بہت کچھ لکھا اور لکھتے ہیں مگر وہ لوگ کسیکی
نہیں سنتے اور مرغی کی ایک ٹانگ کہے جاتے ہیں جب انکو قرآن یا حدیث سے اسکی حرمت یا عدم جواز کوئی
دلیل نہیں ملتی بلکہ قرآن و حدیث کو ایصال ثواب کا مؤید پاتے ہیں تب بے سمجھے بوجھے فقہا کے کلام پیش کرتے
ہیں حالانکہ وہ خود فقہا کے بدخواہ ہیں جو کچھ فقہاء مستندین کے کلام بالکل قرآن و حدیث کے موافق ہیں تو
یہ لوگ فقہا کی کلام میں نہایت [illegible] ہوتے نئے مضامین خلاف منشا و مقتضی حال بنا لیتے ہیں اور حرمت ایصال

ثواب میں بے اصل دلائل پیش کرتے ہیں اسلئے حامیِ دینِ متین ناصرِ اقوالِ مجتہدین جناب مولانا المولوی
حکیم وکیل احمد صاحب سکندرپوری نے سطرف توجہ فرمائی اور بے بہا وقت اپنا صرف کرکے
رسالہ بہجہ درجوازِ نتیجہ جسکا نام نتیجہ ہے تصنیف فرمایا اس رسالے میں نہایت خوبی کے ساتھ
ایصالِ ثواب کی کیفیت لکھی گئی ہی اور بڑے شد ومد سے یہ امر ثابت کیا گیا ہے کہ ایصالِ ثواب کا
طریقہ سلفِ صالح سے چلا آتا ہی اور فقہا کی عبارت کا سطور پر مضمون لکھا گیا ہی جس سے
مخالف کے شبہات خود بخود دفع ہو جاتے ہیں معہذا مخالفین کے شبہات کا جواب عمدہ طور پر دیا
گیا ہی میں جہانتک خیال کرتا ہوں اس قسم کا رسالہ جسکی نہایت ضرورت تھی آج تک کسی نے
نہ لکھا اسمیں کسیطرح کا شبہہ نہیں کہ اس نادر رسالہ کی تصنیف سے مولانا کا احسان احیاء وموات پر
عام ہے احیا پر احسان تو اس وجہ سے ہے کہ انکے قلوب میں جو مخالفین کی تحریرات سے شبہے
جم گئے تھے جن کی وجہ سے ایصالِ ثواب میں وہ پس وپیش کرتے تھے اس رسالہ کے
مضبوط دلائل نے اُن شبہات کی بیخ کنی کی جس سے لوگ ایصالِ ثواب میں تائل
اُسی طرح کی کوشش کرینگے جس طرح سے ہزار برس بلکہ زائد سے ابًا عن جدٍ کوشش
چلی آتی ہے اور مخالفین کے بھکانے سے وہ اپنے پیارے مُردوں کو ثواب سے محروم رکھینگے
اور اموات کی گردنوں پر جو احسان کا بار ہے وہ ظاہر ہے مخالفین کی پریشان
تقریرات نے لوگوں کے قلوب پر ایسا بڑا اثر ڈالدیا تھا جس سے بیچارے مردے
بالکل ثواب سے محروم ہو چلے تھے جسکی وہ نہایت محتاج تھے اب احیا کیطرف سے ہدایا کے طباق
حضرت جبرئیل انکے پاس پہنچائینگے جس سے وہ اعلیٰ درجہ کا فائدہ اُٹھائینگے اسی خیال سے
جامعِ معقول ومنقول حاویِ فروع واصول مقبولِ بارگاہ صمد جناب مولوی حافظ عبدالاحد صاحب
مالک مطبع مجتبائی دہلی نے اس رسالہ کے چھاپنے کیطرف توجہ فرمائی جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

تقریظ نظم نگار قلم جادو رقم نکته سنج امیر المعنی از مجلدات عروس سخن یک نغمه سنجش و پیدا کو طبع تاریک الوی الشریف سید اشرف شمسی حید آبادی

گل فشانی میکند بر من چو حسن یار گل
میزند در دیده من نیشتر مژگان خار گل

در گلستان میکند حیرت پرده دار یار است
شوخی آئینه شبنم را دهد ناچار گل

تا نگاهم نو بهار نزهت نازش بود
یک چمن طاؤس پر دارد در و دیوار گل

پاس من دارد بهار سینه چاکیهای من
جز نو میدی نچیند در این گلزار گل

سینه افگاری بچشم خون خود بر داغ دل
لاله زارم را بود در گلشنم غمخوار گل

سینه ام خون [illegible] تا نافه آهوی ختن
زینهار از رنگین بیانیها این تاتار گل

روش در باغ دلم آمد نسیم عشق شگفت
گاه چو بلبل [illegible] تو نازیدست از منقار گل

گلفشانی [illegible] فیض نام [illegible]
در گلستان بیاض گل کند گفتار گل

خنده لب برایه ادم یک چمن بر سر زدم
رست از رنگ [illegible] در گریبان ار گل

گفت آن آرائش مضمون [illegible]
تا زند هر روز نقش گردد تجلی بار گل

کیست آن گل [illegible] جهان افروز [illegible]
کیست آن گر دیده [illegible] گل

نام او کل احمد کز فیض [illegible]
بشنید فرق شنیدن بر سر [illegible] گل

گر صبا بوی شمیم خلق او [illegible]
میکشد [illegible] فردوس [illegible] گل

شاید از بستان خلقش [illegible]
این مسیحائی که دارد بر دل بیمار گل

کوه از نگین [illegible] لعل چون [illegible]
تا نماید از شکوه او دل انگار گل

[illegible] بگلزار جهان
[illegible] واکند [illegible] گل

گر ز بزم گلشنت [illegible]
تا قیامت [illegible] مینا کار گل

[illegible] گلستان آفرین
[illegible] دیوار گل

از بهار صبح تو در سینه گلزار من
خورده غلمان [illegible] بیا گل

از نزاکت [illegible] بگلزار [illegible]
در گلستان جهان چون لاله شد خونخوار گل

نسخه ام اوراق فردوس است [illegible]
تا [illegible] خوار گل

[illegible] یاسمین [illegible] آئینه [illegible]
جام جم سازد [illegible] برگ [illegible] گل

آه گرم من شود گر همنفس [illegible]
تا قیامت چون حنا افروز [illegible] گل

شمسی [illegible]
گر [illegible] خونخوار گل

نزهت [illegible] در گلستان [illegible]
تا [illegible] دستار گل

تا [illegible] بستان رنگ [illegible]
تا [illegible] شود [illegible] نو بهار گل

از نگاهش [illegible] رنگین
در هوای نکهت او باشد [illegible] گل

قطعه تاریخ از نتیجه طبع وقاد جناب منشی محمد واجد صاحب سکندر پوری [illegible] صدر عدالت صوبه شرقی حیدرآباد

[illegible] یہ تو کتاب لاجواب
اسکا جواب [illegible]

باکرہ [illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

قطعه تاریخ بحساب فصلی [illegible] جناب [illegible] حسین صاحب متخلص به فارغ سکندر پوری [illegible] صدر عدالت صوبه شمالی حیدرآباد دکن

تصنیف [illegible] نادر
جس [illegible] نکلا

فارغ [illegible] تاریخ [illegible]
حق یوں [illegible] نکلا

قطعه تاریخ [illegible] جناب منشی [illegible] سکندر پوری [illegible] صدر عدالت صوبه شرقی حیدرآباد دکن

[illegible]
[illegible]